امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 9 مارچ 2020ء بمطابق رجب المرجب 1441ھ ق شمارہ 1

کابل ادارہ کس جرأت سے معاہدہ کو سبوتاژ کر رہا ہے

دوحہ معاہدہ؛ نئی روح پھونکی گئی

دوحہ معاہدہ اور نیک انجام کی توقعات

تکبیر کی گونج میں امریکا سرنڈر ہوا

کرونا وائرس اور بے بس دنیا

افغانستان جنگ؛ وجہ اور حل

امن تک پہنچنے کا راستہ

امارت اسلامیہ ایک روشن ستارہ!

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عنه قال قال رسول الله ﷺ ''الْأَخِلَّاء ثَلَاثَةٌ: فَأَمَّا خَلِيْلٌ فَيَقُوْلُ: لک مَا أَعْطیتَ وَمَا أَمْسَکْتَ فَلَيْسَ لَکَ فَذٰلِکَ مَالُکَ، وَأَمَّا خَلِيْلٌ فَيَقُوْلُ: أَنَا مَعَکَ حَتّٰى تَأْتِيَ بَابَ الْمَلِکِ ثُمَّ أَرْجِعُ وَأَتْرُکُکَ فَذٰلِکَ أَهْلُکَ وَعَشِيْرَتُکَ يَعِيْشُوْنَکَ حَتّٰى تَأْتِيَ قَبْرَکَ ثُمَّ يَرْجِعُوْنَ فَيَتْرُکُوْکَ، وَأَمَّا خَلِيْلٌ فَيَقُوْلُ: أَنَا مَعَکَ حَيْثُ دَخَلْتَ، وَحَيْثُ خَرَجْتَ، فَذٰلِکَ عَمَلُکَ، فَيَقُوْلُ: وَ اللّٰهِ لَقَدْ کُنْتَ مِنْ أَهْوَنِ الثَّلَاثَةِ عَلَيَّ''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: دوست تین قسم کے ہیں ایک وہ دوست جو کہے: تیرا وہ ہے جو تو نے خرچ کیا اور جو تو نے روکا وہ تیرا نہیں یہ تیرا مال ہے، ایک وہ دوست جو کہتا ہے: میں تیرے مرنے تک تیرے ساتھ ہوں پھر میں لوٹ جاؤں گا اور تجھے چھوڑ دوں گا، یہ تیرے اہلِ خانہ، بیوی بچے ہیں جو تیرے ساتھ زندگی گزارتے ہیں یہاں تک کہ تو اپنی قبر میں پہنچ جاتا ہے اور وہ تجھے چھوڑ جاتے ہیں، اور ایک دوست وہ ہے جو کہے گا: میں تیرے آنے میں بھی تیرے ساتھ ہوں اور جانے میں بھی، وہ تیرا عمل ہے، تو انسان کہے گا: اللہ کی قسم! (دنیا میں) تُو میرے نزدیک تینوں (دوستوں) میں (سب) سے زیادہ ذلیل تھا۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد۸/ مارچ ۲۰۲۰/ رجب ۱۴۴۱/شمارہ ۱۲

مدیراعلیٰ ولید افغان

نائب مدیر شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان ہارون بلخی
اکرم تاشفین محمد فرہاد جانباز
سیف العادل احرار

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ	50	روپے
سالانہ	500	روپے

سالانہ زرتعاون

امریکا، آسٹریلیا، افریقا، یورپی ممالک: 40ڈالر
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات: 30ڈالر
بنگلہ دیش: 28ڈالر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

'ماہنامہ شریعت' امارتِ اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے۔ یہ امارت اسلامیہ کے رسمی 'میڈیا و ثقافتی کمیشن' کی جانب سے شائع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری اسلام و کفر کی کشمکش، سیاسی و جہادی واقعات و حالات اور ستم رسیدہ مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے انسانیت سوز مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس دروں

کابل ادارہ کس جرات سے معاہدہ کو سبوتاژ کر رہا ہے	2
دعوت وارشاد کمیشن کے سربراہ مولوی عبدالکبیر سے گفتگو	3
دوحہ معاہدہ اور نیک انجام کی توقعات	4
افغان تاریخ کا انوکھا واقعہ	6
افغانستان جنگ؛ وجہ اور حل	8
دوحہ معاہدہ اور افغانستان کا مستقبل	10
تکبیر کی گونج میں امریکا سرنڈر ہوا	13
معاہدے کے بعد اندرونی بحران پر قابو پایا جائے	15
قیدیوں کی رہائی فتوحات کا تسلسل	17
دشمن کا پروپیگنڈا اور ہماری ذمہ داری	19
ہماری تحریروں کی اہمیت وضرورت	21
دینی طلبا اور عصری سٹوڈنٹ امت کے جسم کے دو ہاتھ ہیں	23
دوحہ معاہدہ؛ نئی روح پھونکی گئی	25
حسن اخلاق کامیابی کا راز	26
کرونا وائرس اور بے بس دنیا	28
طالبان کی جدوجہد کا سبق	30
امارت اسلامیہ ایک روشن ستارہ!	32
روسی وامریکی شکست ایک جائزہ	34
یوم آزادی اور جشن کا سماں	35
قیدی اور اشرف غنی کی شرائط	37
امن تک پہنچنے کا راستہ	38
29فروری2020	39
افغانستان فروری 2020میں	40
جنگی جرائم فروری 2020	42

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazine1
Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine
Web: www.alemarahurdu.com
E-mail: shariatmagazine@yahoo.com
WhatsApp: 0093708638285

کابل ادارہ کس جرات سے معاہدہ کو سبوتاژ کر رہا ہے

قطر کے دار الخلافہ دوحہ میں 29 فروری کو امارت اسلامیہ اور امریکہ کے درمیان ہونے والے معاہدہ مسئلہ افغانستان کے حل میں بڑی اہمیت کا حامل سمجھا جارہا ہے اور چند مفاد پرست عناصر کے علاوہ پوری دنیا اسے جانبین کے لئے مفید قرار دے رہے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ افغانستان کی عوام نے اس معاہدے پر بڑی خوشی کا اظہار کیا ہے، ملک کے اطراف وجوانب میں اس معاہدے کی حمایت میں بڑے جلسے ہوئے، علاقائی اور عالمی سطح پر اس کی کھلی حمایت کی گئی، اقوام متحدہ کی جانب سے بھی اس معاہدہ کی تائید کی گئی جو اس اقدام کی مقبولیت اور معقولیت کی واضح دلیل ہے۔

لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ امریکہ نے خود بھی مسلسل طور پر اور کابل ادارے کی توسط سے بھی اس معاہدے کی خلاف ورزیاں کی ہیں اور ابھی بھی عسکری اور سیاسی میدان میں یہ خلاف ورزیاں جاری ہیں۔

عام شہریوں پر بمباری اور رات کی تاریکی میں چھاپوں کی بندش اس معاہدے کی اہم شرائط میں سے تھا اور ابتدائی ایام میں اس پر عمل بھی کیا گیا تھا لیکن اب پھر سے بیرونی افواج اور ان کی کٹھ پتلیوں نے مختلف مقامات پر بڑی وحشت کے ساتھ مظلوم عوام کو مارنے کا خونخوار سلسلہ شروع کردیا ہے۔اسی طرح معاہدہ میں واضح الفاظ میں لکھا گیا ہے کہ مارچ کی 10 تاریخ کو بین الافغانی مذاکرات ہوں گے اور ان مذاکرات سے قبل پانچ ہزار طالبان قیدیوں کو رہا کردیا جائے گا، واضح رہے کہ معاہدہ پر دستخط کرنے سے پہلے زلمی خلیل زاد نے یہ معاہدہ کابل ادارے کو دکھایا بھی تھا۔تب کابل ادارے نے اس پر کسی قسم کا اعتراض نہیں لیکن بد قسمتی سے کابل ادارے نے مختلف بہانوں سے قیدیوں کی رہائی کو پس پشت ڈال دیا جس کی وجہ سے تاحال بین الافغانی مذاکرات بھی تاخیر کا شکار ہیں۔

اب جب کہ امارت اسلامیہ نے اپنے قیدیوں کی رہائی بارے بات چیت کے لئے اپنا ایک تین رکنی وفد بھیجا تو کابل ادارے نے پھر سے نامعقول بہانے بنا کر قیدیوں کی رہائی میں رکاوٹیں ڈالنا شروع کردی ہیں جو کہ معاہدہ کی صریح خلاف ورزی اور معاہدہ کو سبوتاژ کرنے کی کوشش ہے۔اس لئے امارت اسلامیہ نے اپنے وفد کو کابل ادارے کے ساتھ بات چیت کرنے سے منع کر کے کابل سے واپسی کا حکم دیا ہے۔

گزشتہ روز امریکی وزیر مایک پومپیو نے ایک کانفرنس کی وساطت سے کابل ادارے کے سربراہان کو طالبان کے ساتھ اختلافات ختم کرنے کا حکم دیا ہے اور کہا ہے کہ ہم طالبان کے ساتھ کئے گئے وعدوں کی پاسداری کے پابند ہیں۔بلاشک پومپیو کی یہ بات اچھی بات ہے لیکن اب امریکہ کو اس پر عمل درآمد بھی کردینا چاہئے۔

اگر واقعی امریکہ اپنے وعدوں پر قائم ہے تو پھر وہ عام شہریوں کو کیوں مارتا ہے؟اور کیوں اپنے غلام ادارے کو قیدیوں کی رہائی جیسی متفق علیہ بات کو پس پشت ڈالنے دے رہا ہے؟ کیا کابل کے کٹھ پتلی ادارے میں اتنی ہمت ہے کہ امریکہ کی ایک تسلیم شدہ شرط سے اختلاف کرسکے؟

امارت اسلامیہ کے قائدین یہ بات بھی بخوبی جانتے ہیں کہ آج امریکہ کا غرور خاک میں مل چکا، ہر چیز بدل گئی، دنیا بھر کی مضبوط قوتوں نے زمینی حقائق کا ادراک کرلیا ہے، اب وہ امارت اسلامیہ افغانستان ہی کو ایک طاقتور اور مشروع حاکمیت کی نظر سے دیکھ رہے ہیں اور سیاسی وعسکری میدان میں ایک سپرپاور قوت کو شکست دینے کی وجہ سے ان سے تعاون کے بھی طلب گار ہیں۔

دنیا کے بڑے اور اہم ممالک اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ طالبان کی مضبوط اور کمر توڑ ضربوں کے نتیجہ میں امریکہ اور اس کے خارجی وداخلی اتحادی ذلت ورسوائی کے آخری ڈگریوں پر ہیں۔

اسی لئے علاقہ کے چھوٹے بڑے سب ممالک واضح طور پر افغانستان میں امریکہ کی عسکری طور پر وجود سے اختلاف کا اظہار کرتے ہیں اور اسے خطے کے لئے بڑا خطرہ سمجھ رہے ہیں۔

یہ بات بھی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ امریکی فوج کا حوصلہ اتنا گرچکا ہے کہ اب وہ مزید مجاہدین کے مقابل لڑنے کی سکت نہیں رکھتے، اسی طرح افغان عوام کے پاس کابل ادارہ مکمل طور پر ناقابل اعتبار ہے اور کابل ادارے کے اہلکار جوق درجوق طالبان کے سامنے سر تسلیم خم کررہے ہیں، جس کی وجہ سے کابل ادارہ دن بہ دن طبعی موت مرنے کی جانب تیزی سے محو سفر ہے۔دوسری طرف مجاہدین کا حوصلہ اسمان کی بلندیوں کو چھو رہا ہے جو کہ امارت اسلامیہ کے لئے قابل صد اطمینان ومسرت ہے۔ لیکن چونکہ امارت اسلامیہ کی قیادت شرعی اصولوں کی پاسداری کرتے ہوئے دشمن کے ساتھ کئے گئے وعدوں کی پابندی اپنی ذمہ داری سمجھتی ہے اور اس معاہدہ میں ملک وملت کی بھلائی وخیر خواہی سمجھتی ہے اس لئے اپنی طرف سے وعدہ خلافی نہیں ہونے دیتے۔اور اگر دشمن وعدہ خلافی کرتا ہے تو اس کی پرواہ نہیں کرتے کیونکہ دشمن کے خلاف تو مقدس جہاد جاری ہے اور ان شاء اللہ دشمن کو اس میدان میں بھی شکست ویسے بھی یقینی ہے۔

دعوت وارشاد کمیشن کے سربراہ مولوی عبدالکبیر صاحب سے گفتگو

سوال: 29 فروری کو امارت اسلامیہ نے قطر کے دار الحکومت دوحہ میں امریکی جارحیت کے خاتمے کے لیے امریکا کے ساتھ امن معاہدے پر دستخط کیے ہیں۔ آپ کی نظر میں وہ کون سے عوامل ہیں، جنہوں نے امریکا کو وسائل اور طاقت رکھنے کے باوجود افغانوں کے دیرینہ خواب امن معاہدے پر دستخط کرنے پر مجبور کیا ہے؟

مولوی عبدالکبیر: بسم اللہ الرحمان الرحیم ان الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ قال اللہ تبارك وتعالی: وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ. صدق اللہ العظیم

آپ کے سوال کا جواب دینے سے قبل اس حقیقت کا اعادہ کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ 29 فروری کے دن امریکا کے ساتھ امن معاہدے پر دستخط ہماری معاصر تاریخ کا سب سے عظیم کارنامہ ہے۔ جس کی کامیاب تکمیل پر میں افغان عوام، مجاہدین اور شیخ الحدیث مولوی ہبۃ اللہ اخندزادہ صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالی سے افغان سرزمین پر اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ کا سوال کرتا ہوں، تاکہ افغان عوام اسلامی نظام کے سائے میں ایک بار پھر مثالی امن وامان سے زندگی گزار سکیں۔ گزشتہ 19 سالوں میں افغانستان کے غیور عوام نے جس دلیری کے ساتھ امارت کی قیادت میں غیر ملکی جارح قوت کے خلاف جہاد کیا، شاید تاریخ میں کسی دوسرے ملک میں اس کی مثال نہ ملے۔ اس غیرت وحمیت کے ہوتے ہوئے کوئی جارح قوت یہاں اپنے عزائم کی تکمیل نہیں کر سکتی۔

جہاں تک امریکا کی امارت کے ساتھ مذاکرات پر آمادگی کی بات ہے تو یہ مخفی نہیں کہ امریکا افغانستان میں محض مٹی بھر لوگوں یا کسی محدود گروہ کے ساتھ نہیں لڑ رہا تھا، بلکہ وہ پوری ملت اور ریاست کے ساتھ جنگ میں مصروف تھا۔ جب کسی ملک کی فوج ملت اور ریاست کے ساتھ ناجائز طریقے سے جنگ میں مصروف ہو تو فتح و کامرانی ملت کی ہوتی ہے۔ شکست جارحیت پسند کے حصے میں آتی ہے۔ یہی واقعہ افغانستان میں تاریخ کے صفحات پر لکھا گیا ہے۔ 48 ممالک کے اتحاد نے شکست کھائی اور امارت اسلامیہ فتح یاب ہوئی۔ جب امریکا نے شکست اپنی آنکھوں سے دیکھی تو اُس مذکرات کے لیے آمادگی ظاہر کی۔ امریکا گزشتہ اٹھارہ ماہ میں گیارہ مذاکراتی دور کے بعد امن معاہدے پر راضی ہوگیا۔ 29 فروری کو دنیا کے سامنے قطر کے دار الحکومت دوحا میں امن معاہدے پر دستخط ہوئے۔ ہمارے اس نصب العین تک پہنچنے میں مجاہدین کی وحدت نے بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ اگر خدانخواستہ ایک قوت کی بجائے کئی گروہ ہوتے تو شاید یہ تاریخی دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔

سوال: اگر آپ کے مطالعے میں امن معاہدے کا متن آیا ہو تو یہ بتائیے گا کہ امارت نے کس حد تک اپنے اور افغان ملت کے مطالبات منوانے میں کامیابی حاصل کی؟

مولوی عبدالکبیر: طرفین کی جانب سے امن معاہدے کا لفظ امارت اسلامیہ کی کامیاب خارجہ پالیسی کا عکاس ہے۔ کیوں کہ امریکا کے ساتھ مذاکرات اور اس سے اپنے مطالبات منوانا دنیا کے لیے باعثِ حیرت اور خاصا مشکل کام ہے۔ لہذا معاہدے کا متن واقعی اہمیت کا حامل ہے، جو مستقبل میں ہماری سالمیت اور کامیابی کا ضامن ہے۔ معاہدے کو کم وبیش ایک ماہ سے زیادہ عرصہ ہوگیا ہے۔ افغانستان کے اندر اور باہر کسی ماہر قانون یا انسانی حقوق کے کسی نمائندے نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ معاہدے کی صحت پر دشمن کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔

سوال: معاہدے کے بعد دعوت وارشاد کمیشن کے پلیٹ فارم سے افغان حکومت کو کیا پیغام دینا چاہتے ہیں؟

مولوی عبدالکبیر: امن معاہدے پر دستخط ہونے اور امیر المومنین شیخ الحدیث مولوی ہبۃ اللہ اخندزادہ کی طرف سے عام معافی کے اعلان کے بعد ہم غلط فہمی میں مبتلا اُن افغان فوجیوں کو خبردار کر دینا چاہتے ہیں کہ وہ دوسروں کے مفاد کے لیے اپنے ہی بھائیوں کے خلاف لڑنا چھوڑ دیں۔ ہم دعوت وارشاد کمیشن کی جانب سے بھی ایسے لوگوں کے لیے سہولتیں فراہم کر رہے ہیں اوران کے جان ومال کے تحفظ کا یقین دلاتے ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ وہ اہم موقع کو غنیمت جان کر اس سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے۔

دوحہ معاہدہ اور نیک انجام کی توقعات

مفتی حسن زوئی

اسلام معتدل دین ہے، جو غلو وتقصیر یا افراط وتفریط سے پاک ہے، غلو یعنی فطری اصولوں اور حد اعتدال سے تجاوز کسی فرد، قبیلہ، قوم اور نظام کے لئے مہلک اور تباہ کن امر ہے۔

اگر کسی کی ذاتی زندگی اور معاملات میں اعتدال نہیں ہے تو وہ کامیاب زندگی کا مالک نہیں ہو سکتا۔ اگر کسی تحریک اور تنظیم میں اعتدال کا توازن نہ ہو تو اس کی ناکامی کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں، اگر کوئی نظام اعتدال پر قائم نہ ہو تو وہ نظام دھوکہ دہی اور فریب کے ذریعہ مختصر وقت کے لئے برقرار رہ سکتا ہے لیکن کامیاب نہیں ہو سکتا، اس کا انجام ضرور ناکامی پر منتج ہوگا۔

اسلام عقیدے کے لحاظ سے اور عملی زندگی میں اعتدال کا درس دیتا ہے۔

اجتہاد کے اعلی مقام پر فائز ائمہ کرام دور جدید کے نئے مسائل کے حل کے لئے قرآن وسنت سے استنباط کرتے ہیں اور منصوصی احکام پر قیاس کرتے ہیں لیکن اس کا مطلب ہر گزرائے کا اتباع نہیں بلکہ اجتہاد اور استنباط کا اعلی مقام ہے جو اللہ تعالی کی جانب سے اپنے مقرب بندوں کو دیا جاتا ہے اور امت مسلمہ ان کے علم، فقاہت، ورع اور تقویٰ کی وجہ سے ان کی اس محنت کو سراہتی ہے اور قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے، اور نصوص سے اخذ کردہ احکام کو قبول کرتی ہے۔

اسلام عام لوگوں کو اپنی خواہش اور رائے سے دین میں اضافہ کرنے یا کم کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

ہماری شریعت اپنے پیروکاروں کو اللہ تعالی کے احکام اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کی پیروی کرنے کا حکم دیتی ہے اور اعتدال کی راہ اپنانے کا درس دیتی ہے۔

اللہ تعالی نے قرآن پاک میں اہل کتاب کی مذمت اعتدال سے تجاوز کی وجہ سے کی ہے اور بڑی وضاحت کے ساتھ انہیں (یا اھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم) کا حکم کیا ہے

اہل کتاب دین میں غلو کرتے تھے، ایک جانب سے انہوں نے حضرت عزیر اور عیسی علیہما السلام کو نعوذ باللہ من ذالک، اللہ تعالی کے بیٹے قرار دیا اور دوسری جانب انبیاء کرام کو قتل کیا۔

متعدد حلال چیزوں کو اپنے لئے حرام اور حرام میں سے اکثر چیزوں کو اپنے لئے حلال قرار دیا تھا اور پھر ان سب کو اللہ تعالی سے منسوب کیا تھا جو ان کا اعتدال سے تجاوز اور غلو تھا۔

اسلام دین فطرت ہے جس نے افراط اور تفریط دونوں کو مسترد کر دیا ہے اور اپنے پیروکاروں کو عمل اور اعتقاد دونوں میں اعتدال کا درس دیا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالی نے اپنی اطاعت کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا بھی ذکر کیا ہے۔

یہ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ اللہ کے بعد محبت میں رسول اللہ ﷺ کا مقام ہے اور یہ بھی ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ تمام مخلوقات میں رسول اللہ ﷺ کا مقام اور مرتبہ سب سے بلند ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا درجہ دوسرے نبیوں سے بلند ہے، اس حوالے سے خود نبی کریم ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ: انا سید ولد آدم ولا فخر

لیکن اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ (لا تفضلونی علی یونس بن متی) مجھے یونس بن متی سے برتر نہ سمجھو!

احادیث کے شارحین کہتے ہیں کہ [انا سید ولد آدم] کا مطلب نبی اکرم ﷺ کا مقام اور رتبہ سے امت کو آگاہ کرنا ہے، اور لا تفضلونی علی یونس بن متی سے غرض غلو اور افراط سے امت کو روکنا ہے اور شرعی حدود میں رہنے کی تلقین ہے۔

آیات اور احادیث میں جہاں بھی حضور اکرم ﷺ کی رسالت کا ذکر کیا گیا ہے اس کے ساتھ عبدیت کا لفظ بھی پہلے ذکر کیا گیا ہے، علماء کرام فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب غلو اور افراد سے روکنے کا نکتہ شامل ہے، یعنی اس کا مقصد یہ ہے کہ امت کسی شخص کو حضور ﷺ کے مقام تک پہنچائے جیسا کہ عیسائیوں نے حضرت عیسی علیہ السلام کو جس مقام تک پہنچایا تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خارق العادۃ ولادت کے سبب عیسائیوں نے عبدیت اور بندگی سے بالاتر قرار دیا تھا جس پر اللہ تعالی نے ان پر رد کیا اور فرمایا لن یستنکف المسیح ان یکون عبدا للہ ولا الملئکۃ المقربون -

مختصر یہ کہ اسلام نے ہر چیز میں غلو کو مسترد کر دیا ہے، شرعی احکام اور قوانین کے مقابلے میں کسی کو اپنی رائے پیش کرنے یا مسلط کرنے کی اجازت نہیں ہے اور اپنے تمام پیروکاروں کو شریعت کی پیروی کرنے کا درس دیا گیا ہے، اسی کو انقیاد کہا جاتا ہے اور ایمان اور اسلام کی بنیاد بھی یہی باطن اور ظاہری انقیاد پر قائم ہے۔

امارت اسلامیہ اور امریکہ کے مابین گذشتہ ڈیڑھ سال سے قطر کے دارالحکومت دوحہ میں مذاکرات جاری تھے اور خوش قسمتی سے ان مذاکرات کے اچھے نتائج برآمد ہوئے اور 29 فروری کو امارت اسلامیہ اور امریکہ کے درمیان جارحیت کے خاتمے کے لئے معاہدہ طے پایا، مذاکرات اور معاہدہ دونوں پر شرعی لحاظ سے اپنی خواہش پر ترجیح دینا لازم ہے۔

اس کے لئے بہت سارے فلسفے پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے، یہ کہنا کافی ہے: اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے: وان جنحوا للسلم فاجنح لها وتوكل على الله۔

اسی طرح مشرکین مکہ کے ساتھ صلح حدیبیہ بھی ہمارے لئے واضح دلیل ہے۔

میں صلح حدیبیہ کی تفصیلات بیان نہیں کروں گا، کیوں کہ اس حوالے سے مختلف ساتھیوں کے مضامین شائع ہو چکے ہیں لہذا اس حوالے سے مزید تفصیل لکھنے کی ضرورت نہیں ہے تاہم صرف اتنا واضح کرنا چاہتا ہوں کہ کفار کی جانب سے جو شرائط پیش کی گئی تھیں، رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ باقی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مسلمانوں کو خیال تھا کہ اس معاہدے میں کفار کو برتری حاصل ہوئی جو مسلمانوں کے لئے باعث ذلت ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الجہاد کے باباب اثم من عاہد ثم غدر کے عنوان کے تحت ایک طویل حدیث میں حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ رأيتني يوم ابي جندل ولو استطيع ان ارد امر رسول الله صلى الله عليه وسلم لرددته۔

دوسرے صحابہ کی طرح سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کفار کی طرف سے عائد کردہ شرائط اور خاص طور پر ابو جندل رضی اللہ عنہ کو کافروں کے سپرد کرنے پر آفسردہ تھا اور ان کی خواہش تھی کہ کافروں کے ساتھ قطعی جنگ کی جائے۔ اس لئے انہوں نے کہا کہ اگر ہمیں رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنے کی اجازت ہوتی تو میں ابھی ضرور مخالفت کرتا مطلب میں معاہدے کی پاسداری نہ کرتا اور کفار پر حملہ کرتا۔

حضرت عمر رضی اللہ تو نبی اکرم ﷺ کے پاس گئے اور ان سے کہا، کیا ہم حق پر اور وہ باطل نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں! پھر عرض کرتے ہوئے کہا: کیا ہمارے شہداء جنت میں اور وہ جہنم میں نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں! پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر ہم اپنے دین میں ذلت کیوں برداشت کریں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ مجھے کبھی تباہ نہیں کرے گا (یعنی جو کچھ میں کر رہا ہوں وہ مصلحت کی بنیاد پر اور اللہ کے حکم سے کرتا ہوں)۔ نبی کریم ﷺ جو کچھ کرتے تھے، اللہ سبحانہ وتعالی کی طرف سے ان پر وحی نازل ہوتی تھی، لہذا ان کے سامنے معاہدے کے معاملات بہت واضح تھے اس لئے انہوں نے صلح کر لی اور ایسی شرائط کو قبول کر لیا جو بظاہر قابل قبول نہیں تھیں۔

قطر میں امریکیوں کے ساتھ امارت اسلامیہ کی مذاکراتی ٹیم میں نبی کریم ﷺ کے ورثاء علمائے کرام کو وحی نہیں ہوتی تھی لیکن شرعی نظام، ملک کی آزادی، قوم اور ملک کے مفادات کو سامنے رکھ کر انہوں نے نہایت محتاط انداز سے بہت بہتر اور مفید معاہدہ کیا، کیوں کہ اس ٹیم میں شیوخ، نیک اور دوراندیش قائدین شریک تھے، وہ ہر وقت استخارے اور دعائیں کرتے تھے، وہ بلند پایہ کے علماء کرام ہیں انہیں الہام ہوتا تھا اور فہم و فراست سے انہوں نے ملک و قوم کی بہتری کے لئے جو معاہدہ کیا وہ نیک شگون ہے جب کہ اس کا نتیجہ ہم اللہ پر چھوڑ دیتے ہیں کیوں کہ ہم نتیجے کے مکلف نہیں ہیں، وتوکل علی اللہ میں بھی یہی نکتہ ہے۔

توکل کا مطلب یہ ہے کہ شریعت کے اصولوں کے مطابق اسباب بروئے کار لائیں اور نتائج اللہ تعالی کے سپرد کریں، امارت اسلامیہ کی قیادت نے بھی یہی کچھ کیا، جو محدود لوگ جو علم اور جہاد کی نسبت اپنی طرف کرتے ہیں اور یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس معاہدے کا نتیجہ بدتر ہوگا اور امریکہ نے طالبان کو ورغلایا، انہیں یہ سوچنا ہوگا کہ ان کا یہ قول شرعی قانون کے مترادف ہے یا غلو اور افراط ہے، طالبان کو غلو کا درس دینے کا کیا مطلب ہے؟ وہ معاہدے میں خلاف شریعت کسی شق کی نشاندہی کریں یا کسی ایسی بات کی نشاندہی کریں جس میں ذلت کا احساس ہو۔

الحمدللہ دین، قوم اور مسلم ملت کی عزت اور اعلی مقاصد کے حصول کے لئے بہت کوشش کی گئی ہے جس میں امارت اسلامیہ کامیاب ہوگئی ہے اس لئے عوام اور امت مسلمہ نے اس پر مسرت کا اظہار کیا ہے اور ہمیں امید ہے کہ اس کے بہتر نتائج برآمد ہوں گے۔

افغان تاریخ کا انوکھا واقعہ

سیف العادل احرار

افغانستان میں دو سو سال بعد تاریخ خود کو دہرا رہی ہے۔ دو سو سال قبل بھی بیک وقت دو حکمران گزرے تھے۔ اب بھی نام نہاد الیکشن کے بعد اشرف غنی اور ڈاکٹر عبداللہ نے الگ الگ حلف لیا ہے۔ افغانستان کی موجودہ آبادی تین کروڑ چالیس لاکھ کے قریب ہے۔ جب کہ 95 لاکھ افراد کے نام ووٹر لسٹوں میں درج ہیں۔ چھ ماہ قبل الیکشن کمیشن نے افغانستان میں صدارتی الیکشن کا اعلان کیا تھا۔ مجموعی طور پر 18 امیدواروں نے اس میں حصہ لیا۔ بعد ازاں حنیف اتمر سمیت تین امیدواروں نے انتخابات پر عدم اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے دست بردار ہونے کا اعلان کیا۔ گل بدین حکمت یار نے بھی الیکشن کی شفافیت پر سوال اٹھایا اور متعدد بار اس بات کا اظہار کیا کہ انتخابات شفاف اور غیر جانب دار نہیں ہوں گے۔ کابل میں امریکی سفارت خانہ سب کچھ کنٹرول کر رہا ہے۔ اُن سے سوال کیا گیا کہ جب انتخابات شفاف نہیں ہوں گے تو آپ اس میں حصہ کیوں لیتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ عوام کے ساتھ رابطہ کرنے کے لیے انتخابی مہم چلا رہا ہوں۔ طالبان نے الیکشن کے بائیکاٹ کی جو اپیل کی ہے، وہ درست ہے۔ ان کا موقف بجا ہے۔ متعدد امیدواروں نے امارت اسلامیہ کا موقف تسلیم کیا ہے۔

امارت اسلامیہ نے نام نہاد الیکشن سے قبل عوام سے اپیل کی تھی کہ وہ جعلی اور دھاندلی زدہ الیکشن کا بائیکاٹ کریں۔ وہ افغانستان کی آزادی کے لیے جدوجہد کریں۔ جب افغانستان کی فضا اور سرزمین پر امریکی فوج قابض ہو، ان حالات میں انتخابات ہرگز شفاف نہیں ہو سکتے۔ 28 ستمبر 2019 کو صدارتی انتخابات ہوئے۔ ٹرن اوٹ اتنا کم تھا کہ انتخابات کا وقت شام پانچ بجے ختم ہو رہا تھا۔ الیکشن کمیشن نے رات آٹھ بجے تک الیکشن جاری رکھنے کا اعلان کر دیا۔ اس کے باوجود عوام نے الیکشن میں حصہ نہیں لیا۔ افغانستان کی مجموعی آبادی میں سے محض پندرہ لاکھ ملازمین اور افراد نے ووٹ کاسٹ کیا۔ جب کہ لاکھوں کی تعداد جعلی ووٹ کاسٹ ہوئے۔ صوبہ زابل کے دارالحکومت قلات سے ایک سماجی کارکن نے فیس بک پر لکھا کہ پورے صوبے میں صرف دارالحکومت قلات کے تین پولنگ اسٹیشنز میں ووٹ کاسٹ ہوئے۔ وہ بھی جعلی ووٹ کاسٹ کیے گئے۔ تینوں اسٹیشنز پر اشرف غنی کے لیے ٹھپے لگائے گئے۔ اس سے الیکشن کی شفافیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

الیکشن کے انعقاد کے پانچ ماہ بعد نتائج کا اعلان کیا گیا۔ جس کے مطابق 18 لاکھ ووٹ کاسٹ ہوئے تھے۔ اشرف غنی نے نو لاکھ ووٹ لے کر کامیابی حاصل کی، جو کہ پانچ فیصد بنتا ہے۔ جب کہ ڈاکٹر عبداللہ نے سات لاکھ سے زیادہ ووٹ لے کر دوسری پوزیشن حاصل کی۔ اس اعلان کے بعد افغانستان میں انار کی پھیل گئی۔ تمام امیدواروں اور اہم شخصیات نے الیکشن کے نتائج قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ڈاکٹر عبداللہ نے کہا کہ 15 لاکھ بائیو میٹرک ووٹ کاسٹ ہوئے ہیں، جن کے مطابق وہ افغانستان کے منتخب صدر بن گئے ہیں۔ جب کہ تین لاکھ غیر بائیو میٹرک ووٹ مسترد کیے جائیں۔ حامد کرزئی سمیت دیگر سیاست دانوں نے بھی الیکشن نتائج کو مسترد کر دیا تھا۔

ڈرامہ تب شروع ہوا، جب اشرف غنی اور ڈاکٹر عبداللہ دونوں نے 27 فروری کو حلف اٹھانے کا اعلان کیا۔ مختلف رہنماؤں کو تقریبِ حلف برداری میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ جب کہ ڈاکٹر عبداللہ نے متعدد صوبوں کے لیے گورنر تعینات کرنے کے احکامات بھی جاری کیے، چوں کہ 29 فروری کو امریکا اور طالبان کے درمیان جارحیت کے خاتمے کا اہم معاہدہ ہونا تھا، اس لیے زلمے خلیل زاد کے کہنے پر فریقین کو تقریب حلف برداری 9 مارچ تک ملتوی کرنا پڑی۔

زلمے خلیل زاد نے 9 مارچ سے قبل اشرف غنی اور ڈاکٹر عبداللہ کے درمیان مصالحت کی بہت کوشش کی۔ 8 مارچ کو خلیل زاد نے چھ بار اشرف غنی اور عبداللہ سے ملاقات کی۔ ان کی کوشش بار آور ثابت نہیں ہو سکیں۔ 9 مارچ کو کابل میں اشرف غنی اور ڈاکٹر عبداللہ نے حلف برداری کے الگ الگ پروگرام منعقد کیے۔ حلف برداری کی تقریب کا وقت صبح نو بجے رکھا گیا تھا۔ تاہم ناگزیر وجوہات کی بنا پر یہ تقریب سہ پہر کو منعقد کی گئیں۔ اشرف غنی نے ایوان صدر میں فارسی زبان میں جب کہ ڈاکٹر عبداللہ نے سپیدار میں پشتو زبان میں بیک وقت حلف اٹھایا۔ اشرف غنی

نے حسب سابق امن سے متعلق اشتعال انگیز باتیں کیں۔ انہوں نے کہا کہ 'گزشتہ کابل میں داعش نے دھماکہ کیا، جس کے ذمہ دار طالبان ہیں۔ اگر ہم طالبان کے ساتھ معاہدہ کریں اور تب بھی دھماکے ہوتے رہیں گے تو اس پر ہمیں سوچنا ہوگا کہ معاہدہ مفید ہے یا نہیں؟' انہوں نے چند دن پہلے قیدیوں کو رہا نہ کرنے کا اعلان کیا تھا۔ تاہم انہوں نے امریکی دباؤ کے بعد یوٹرن لیتے ہوئے قیدیوں کو مرحلہ وار رہا کرنے کا اعلان کر دیا۔ دوسری جانب ڈاکٹر عبداللہ نے امن معاہدے کی مکمل حمایت کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ افغانستان میں قیام امن کے لیے میں اقتدار سمیت ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار ہوں۔ ان کی تقریب حلف برداری میں لوگوں نے نعرہ تکبیر، امریکا مردہ باد اور اسلام زندہ باد کے نعرے بھی لگائے۔

حامد کرزئی، گل بدین حکمت یار اور یونس قانونی سمیت اہم شخصیات نے کسی کی تقریب حلف برداری میں شرکت نہیں کی۔ افغانستان جیسے تاریخی ملک میں بیک وقت دو افراد کی جانب سے تقریب حلف برداری کے انعقاد سے دنیا کو کیا میسج گیا۔ اس شرم ناک اقدام سے ہر ایک کا سر شرم سے جھک گیا۔ افغانستان کی تاریخ میں دو سو سال قبل بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ اشرف غنی اور ڈاکٹر عبداللہ کا ڈرامہ شرم ناک، نفرت آنگیز اور افسوس ناک ہے۔ آج سے دو صدیاں قبل 1818 میں وزیر فتح خان کے قتل کے بعد محمد زئی اور سدوزئی کے شہزادوں کے مابین تنازعہ پیدا ہوا تھا۔ محمد زئی کے بھائیوں نے سدوزئی کے حکمرانوں شاہ محمود اور کامران کو شکست دی اور کابل سمیت متعدد علاقوں پر اپنا کنٹرول قائم کر لیا۔ محمد زئی کے بھائیوں نے اقتدار حاصل کرنے کی کوشش کی۔ ان میں سردار عظیم خان اور امیر دوست محمد خان شامل تھے۔ انہیں ایک اور قانونی بحران کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ افغانستان کے لوگ اصل حکمران احمد شاہ بابا کے پوتے 'سدوزئی' کو سمجھتے تھے اور محمد زئی کو غاصب سمجھتے تھے۔ اس لیے عظیم خان اور دوست محمد خان عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے احمد شاہ بابا کے خاندان میں سے کسی کو ظاہری بادشاہ کی حیثیت سے برقرار رکھنے پر مجبور ہوئے۔

اس منصوبے کے تحت عظیم خان نے تیمور شاہ کے بیٹے ایوب شاہ کو راضی کیا کہ وہ بادشاہ بنیں گے۔ جب کہ امیر دوست محمد خان نے شاہ زمان کے بیٹے سلطان شاہ کو منایا کہ انہیں بادشاہ مقرر کریں گے۔ دراصل عظیم خان اور دوست محمد خان اختیارات کا سرچشمہ تھے۔ جب کہ بظاہر ایوب شاہ اور سلطان شاہ حکمران بن گئے۔ ہر ایک نے اپنے آپ کو حکمران بنایا اور بادشاہ کے محل 'بالا حصار' میں مسند اقتدار پر بیٹھ گئے۔ ایوب شاہ اور سلطان شاہ کزن اور بھتیجے تھے۔ وہ بظاہر حکمران تھے، لیکن عملی طور پر ان کا کوئی اختیار نہیں تھا۔

سب سے اہم بات یہ کہ دونوں بادشاہ بالا حصار کے ایک محل میں رہتے تھے۔ اشرف غنی اور عبداللہ کی طرح دونوں نام نہاد بادشاہ تھے۔ ایوب شاہ اور سلطان شاہ خود کو خود مختار سمجھتے تھے۔ آپس میں جھگڑا بھی کرتے تھے۔ پس پردہ خود مختار بادشاہ عظیم خان اور دوست محمد خان تھے، جو اپنی طاقت کو وسعت دینے کے لیے شاہی محل کے باہر لڑتے رہے۔ عظیم خان نے سازشی منصوبہ بنایا اور اپنے ماتحت بادشاہ ایوب شاہ سے کہا کہ وہ سلطان شاہ کو قتل کریں۔ جب کہ میں دوست محمد خان کو قتل کروں گا، تاکہ ہم مکمل بادشاہ بن جائیں۔ اس سازش کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ایوب شاہ کا بیٹا اسماعیل خان چپکے سے سلطان شاہ کے کمرے میں گیا۔ وہ سو رہا تھا، جس کو موقع پر مار دیا گیا۔ ایوب شاہ خوش ہوا اور عظیم خان سے کہا کہ اب اپنے بھائی دوست محمد خان کو مار دینا چاہیے، لیکن عظیم خان نے دوست محمد خان کو مارنے سے انکار کر دیا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ آخر کار ایوب شاہ اور عظیم خان کے درمیان تنازعہ کھڑا ہو گیا۔ چند دن کے بعد عظیم خان نے ایوب شاہ کو شاہی محل سے نکال دیا۔ ان کی توہین کی گئی۔ ایوب شاہ بھی شاہ شجاع کی طرح ہندوستان فرار ہو گئے اور سکھوں کے ماتحت پناہ حاصل کی۔

اشرف غنی اور عبداللہ نے امریکا کے ساتھ سکیورٹی معاہدہ کیا اور افغانستان کو دشمن کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ گزشتہ پانچ سال کے دوران وہ جس شرم ناک طریقے سے عوام پر مسلط رہے، ان کے دور میں افغانستان میں دشمن کی جانب سے مظلوم عوام پر جتنے مظالم ڈھائے گئے، چھاپوں اور فضائی حملوں میں جو اضافہ ہوا، وہ تاریخ کا سیاہ باب ہے۔ انہوں نے ایک بار پھر ایوب شاہ اور سلطان شاہ کی تاریخ زندہ کر دی ہے۔ دونوں نے حلف اٹھا کر تاریخ کے صفحات پر سیاہ دھبہ لگایا ہے۔ آج کے ایوب شاہ اور سلطان شاہ خوش ہوں گے کہ وہ افغانستان کے حکمران بن گئے ہیں۔ لوگ جانتے ہیں کہ اصل اختیار اس شخص کے پاس ہے، جو سفارت خانے کی عمارت سے اس شرم ناک کھیل کو کنٹرول کر رہا ہے۔ وہ نام نہاد صدور کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کرتا ہے۔ ان کا حشر بھی وہی ہوگا، جو ایوب شاہ اور سلطان شاہ کا ہوا تھا۔

افغانستان جنگ، وجہ اور حل

موسیٰ فرہاد

طالبان نے دوحہ معاہدے کے ساتھ ہی جنگ میں کمی کا ہفتہ ختم ہوتے ہی اپنی جنگ دوبارہ شروع کر دی تھی۔ کئی صوبوں میں کابل فورسز پر حملے جاری ہیں۔ کابل انتظامیہ کے کچھ اعلیٰ حکام اور سوشل میڈیا پر ان کے حامیوں کی جانب سے اعتراضات کا سلسلہ شروع ہو گیا کہ 'اب جہاد کی کوئی وجہ باقی نہیں رہی ہے۔ اب طالبان کو جہاد سے دست بردار ہو جانا چاہیے۔' بظاہر یہ بات درست بھی لگتی ہے کہ معاہدے کے مطابق امریکا افغانستان سے جا رہا ہے۔ اب افغانوں کو باہم نہیں لڑنا چاہیے۔

امارت اسلامیہ ایک دینی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کی قیادت جید علمائے کرام کے ہاتھ میں ہے۔ اس کا عدالتی نظام قرآن و سنت کے مطابق ہے۔ اس کے پاس جنگ کی شریعت پر مبنی پالیسی موجود ہے۔ امارت اسلامیہ کی عملی و فکری سیاست دینی اساسات پر مبنی ہے۔ وہ کوئی ایسا کام نہیں کرتی، جس کے لیے شرعی دلیل موجود نہ ہو۔ میں چاہتا ہوں اپنے خیال کے مطابق چند وجوہات واضح کر دوں، جو اس جنگ کی وجہ بن سکتی ہیں اور جنگ کا حل بھی چند اشاروں میں بتا سکوں۔

جنگ کی وجہ:

طالبان نے 2001 سے قبل طائف الملوکی اور فسادات کے خلاف جہاد شروع کیا۔ علما نے اس کے لیے متفقہ فتویٰ جاری کیا تھا۔ 2001 کے بعد امریکی جارحیت کے باعث اس جہاد کی وجوہات مزید مضبوط ہو گئیں۔ حتیٰ کہ اسے فرضِ عین قرار دیا گیا۔ امریکی کٹھ پتلیوں کے حوالے سے ایک کمزور دلیل تھی کہ وہ مجبوراً امریکا کے ساتھ تعاون کر رہے ہیں۔ جب اشرف غنی کی قیادت میں 2014 میں 'سکیورٹی معاہدے' پر امریکا اور نیٹو کے ساتھ دستخط ہوئے تو علما کے مطابق امریکی اور افغان فوجیوں کی شرعی حیثیت برابر ہو گئی۔ لہٰذا کسی کو اس میں تردد نہیں رہا۔

جب امریکا نے طالبان کے ساتھ یہ معاہدہ کر لیا ہے کہ وہ ایک سال میں نکل جائے گا، مگر افغان انتظامیہ اور فوج کا اصرار ہے کہ پرانا 'سکیورٹی معاہدہ' اب بھی برقرار ہے۔ حتیٰ کہ قطر معاہدے پر دستخط کے وقت نیٹو کے سربراہ اور امریکی وزیر دفاع کابل آئے۔ کابل حکومت نے اعلان کیا کہ انہوں نے ہمارے ساتھ اپنے معاہدے کی تجدید کی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ کابل انتظامیہ مکمل طور پر امریکی مفادات کی اتحادی رہے گی۔ امریکا اسے عسکری اور مالی امداد فراہم کرتا رہے گا۔ کابل انتظامیہ امریکی نظام کی خاطر طالبان کے خلاف حالتِ جنگ میں رہے گی۔ کابل انتظامیہ کا یہ طریقِ کار اُس کے اِس دعوے کو معطل کر دیتا ہے کہ 'امریکی انخلا کے بعد اب جہاد کی مزید کوئی وجہ نہیں رہی ہے۔'

ایک جانب امریکا طالبان کے ساتھ افغانستان چھوڑنے کے معاہدے پر دستخط کر رہا ہے تو دوسری جانب کابل حکومت نے اعلان کیا ہے کہ وہ طالبان کے ساتھ اس شرط پر مذاکرات کو تیار ہے کہ وہ 'افغان صدارتی محل' کی شرائط

تسلیم کریں۔ مطلب یہ کہ اگر امریکا یہاں سے نکل جائے، تب طالبان 'افغان صدارتی محل' کے تحت نظام میں شامل ہو سکتے ہیں۔ افغان انتظامیہ اس بات پر تیار نہیں ہے کہ وہ ایک ذمہ دار افغان حکومت کے طور پر سیاسی رہنماؤں کے ساتھ مذاکرات کرے۔ وہ طالبان قیدی رہا کرنے پر بھی آمادہ نہیں ہے۔ اشرف غنی امریکی نظام تبدیل ہوتا نہیں دیکھنا چاہتے۔ کابل انتظامیہ مغربی تہذیب ختم نہیں کرنا چاہتی۔ وہ خود سر جنگجوؤں کے نام سے قائم بریگیڈ وَن، ٹو، تھری اور فور کو سی آئی اے کی کمانڈ سے الگ نہیں کرنا چاہتی، تاکہ اُن کی مالی امداد بند نہ ہو جائے۔

گزشتہ دنوں اسکاٹ میلر نے کہا کہ 'اگر طالبان اپنے حملے نہیں روکتے تو ہم افغان فوج کے ساتھ کھڑے رہیں گے۔ ہم بمباریاں جاری رکھیں گے۔' ایسے متضاد موقف کے ساتھ کابل حکام اپنا یہ دعویٰ خود غلط قرار دیتے ہیں کہ اُن کے خلاف جہاد کی کوئی شرعی دلیل موجود نہیں ہے۔

حل کا راستہ:

کابل حکام سنجیدگی سے سوچ کر امن کے لیے موجود موقع ضائع نہ کریں اور امریکا کے ساتھ ہونے والا 'سکیورٹی معاہدہ' ختم کر دیں۔ افغان فوج کو اپنے عوام کے خلاف نہ لڑنے کا حکم دیں۔ جن قیدیوں کو خود امریکا رہا کرنے والا ہے، اُن کی رہائی میں رکاوٹ نہ بنیں۔ نیشنل سکیورٹی کونسل کے دائرہ کار میں موجود 'زیرو وَ، ٹو اور تھری' بریگیڈ کا سی آئی اے کے ساتھ تعلق ختم کر دیں۔ موجودہ حکام اقتدار سے الگ ہو کر مخلصانہ طور پر بِلا کسی شرط طالبان سے ہمہ پہلو صلح کریں۔ اس ناکام جمہوری نظام کی جگہ آزاد اسلامی نظام پر قائم ہونے دیں۔

اگر ایسا ہو جائے تو یقین ہے کہ وہ وقت دور نہیں، جب افغانستان میں جنگ کی آگ بُجھ جائے گی۔ یہ مشکل کام نہیں ہے۔ کابل حکام اس پر سوچیں اور عمل کریں۔ موجودہ انتظامیہ میں محدود تعداد میں ایسے لوگ بھی ہیں، جو افغانستان کی خود مختاری اور امن کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ انہیں سمجھ لینا چاہیے کہ یہ پوری قوم کا معاملہ ہے۔ ایک چھوٹے سے گروہ کو اس میں رکاوٹ نہیں بننا چاہیے۔ افغانستان ایک ایسے تاریخی مرحلے میں ہے کہ طالبان نے بڑی قربانیاں دے کر امریکا اور اُس کے 48 اتحادیوں کو شکست دے کر آزادی حاصل کی ہے۔ اس نازک وقت کی قدر کرنی چاہیے۔

میرا نہیں خیال کہ موجودہ انتظامیہ اس سب کے باوجود پوری قوم کی خواہش کے آگے کھڑی رہ سکے۔ کابل انتظامیہ بظاہر جمہوریت اور اٹھارہ سالہ کامیابیوں کی بات کرتی ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ جس امن اور خود مختاری کی یہ لوگ بات کرتے ہیں، انہیں سب سے زیادہ نقصان اشرف غنی نے ہی پہنچایا ہے۔ اگر جمہوریت ایک ملک میں دو حکمرانوں کا نام ہے تو یہ انتہائی منحوس نظام ہے۔ درحقیقت جمہوریت ایک عذاب ہے، جو بے دینی پر مبنی افکار سے سامنے آیا ہے۔

مختصر یہ کہ جنگ تب ختم ہو گی، جب موجودہ انتظامیہ اپنے متضاد موقف اور ایک آزاد اسلامی نظام پر اعتماد ظاہر کر کے اقتدار سے الگ ہو جائے۔

دوحہ معاہدہ اور افغانستان کا مستقبل

ڈار محمد ناوک

29 فروری کو دوحہ میں امارت اسلامیہ اور امریکا کے درمیان تاریخی معاہدہ ہوا۔ یہ افغانستان کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہے۔ تقریباً دو دہائیوں سے جاری جنگ کے خاتمے کی جانب ایک مناسب قدم ہے۔ اس کی کامیابی کے بارے میں توقعات اور امیدیں زیادہ ہیں، تاہم کچھ خدشات بھی موجود ہیں۔ اگر معاہدے پر غور کیا جائے اور اس پر عمل درآمد یقینی بنایا جائے تو بہتر مستقبل بارے 98 فیصد کامیابی کی ضمانت موجود ہے۔

طالبان کے ملٹری کمیشن کے بیانات میں یہ بات مسلسل دہرائی جاتی رہی ہے کہ ان کی جدوجہد تب تک جاری رہے گی، جب تک ایک بھی غیر ملکی فوجی موجود رہے گا۔ چار سال پہلے اسے خواب سمجھا جاتا تھا۔ کسی کو یقین نہیں تھا کہ امریکا نے افغانستان میں جو اخراجات کیے ہیں، وہ کس طرح طالبان کی یہ شرط قبول کرے گا؟! یہ امر اس لیے بھی ناممکن تھا کہ طالبان کی طرف سے امریکا پر صرف جنگ کا دباؤ تھا۔ وہ بھی اشرف غنی کی سربراہی میں مخلوط حکومت کے قیام سے قدرے کم ہوا ہے۔ اشرف غنی نے امریکا کے ساتھ جو معاہدہ کیا، اس کے تحت امریکی فوجی اپنے ٹھکانوں میں محفوظ ہو گئے۔ جب کہ طالبان کے خلاف جنگ کی فرنٹ لائن میں لڑنے کی ذمہ داریاں افغان فورسز پر عائد کی گئی ہیں۔ جب مذاکرات کا سلسلہ شروع ہوا تو طالبان نے خطے کی سطح پر اتفاق رائے قائم کر لیا اور متعدد ممالک کے ساتھ بہتر تعلقات قائم کر کے امریکا پر سیاسی دباؤ بڑھایا۔

جب دوحہ میں درجنوں ممالک کے نمائندوں اور حکام کی موجودگی میں تاریخی معاہدے پر دستخط ہوئے تو کابل میں امریکی وزیر دفاع اور نیٹو کے سکریٹری جنرل نے مشترکہ اعلامیے میں افغان اتحادیوں کو یقین دلایا کہ وہ ان کے ساتھ کھڑے ہیں۔ دراصل انہوں نے اپنے اتحادی کی ذہن سازی کرنے اور انہیں خاموش کرنے کی کوشش کی ہے، تاکہ وہ اس حساس وقت میں مخالفت نہ کریں۔ تاہم معاہدے کے اٹھارہ گھنٹے گزرنے کے بعد اشرف غنی نے کہا کہ انہوں نے امریکا کے ساتھ جو معاہدہ کیا ہے، وہ برقرار ہے۔ مزید کسی معاہدے کی ضرورت نہیں ہے۔

امریکا نے معاہدے میں وعدہ کیا ہے کہ وہ 135 دنوں میں اشرف غنی کے ساتھ کیے گئے معاہدے کو عملی طور پر ختم کر دے گا۔ وہ اپنے پانچ فوجی اڈے خالی کرنے کے عملی اقدامات کرے گا۔ وہ 14 ماہ میں اپنی تمام فوج، نیم سرکاری اہل کاروں اور غیر سفارتی عملے کا انخلا کر دے گا۔ اس انخلا کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوگا کہ امریکا ناراض ہو کر جا رہا ہے، بلکہ وہ ایک ذمہ دار ملک کی حیثیت سے افغانستان کے ساتھ مالی تعاون کا سلسلہ بھی جاری رکھے گا۔ سفارتی تعلقات بھی استوار رہیں گے۔ معاہدے کے مطابق امریکا یہ معاملات 'نئی افغان اسلامی حکومت' کے ساتھ جاری رکھے گا۔ معاہدے میں فتح کا نکتہ یہ ہے کہ امریکا نے صرف اپنی سلامتی یقینی بنانے کا بہانہ کیا ہے۔ طالبان سے اسی کی ضمانت کا مطالبہ کیا ہے۔ علاوہ ازیں اس نے طالبان کی تمام شرائط قبول کی ہیں۔ انخلا سے قبل تمام معاملات کو حتمی شکل دی جائے گی۔ جیسا کہ قیدیوں بارے وعدہ کیا گیا ہے کہ پہلے مرحلے میں پانچ ہزار اور پھر تین ماہ میں تمام قیدی رہا ہو جائیں گے۔

معاہدے کی شرائط

معاہدے میں جہاں بھی 'امارت اسلامیہ افغانستان' لکھا ہے، اس کے ساتھ بریکٹ میں ایک اضافی جملہ درج ہے کہ 'امریکا اسے بطور حکومت تسلیم نہیں کرتا اور وہ طالبان کے نام سے جانتا ہے۔' یہ اضافہ اس لیے کیا گیا ہے، تاکہ امریکا اپنے افغان اتحادیوں کو یقین دلا سکے کہ وہ کسی دوسری حکومت کو تسلیم نہیں کرتا۔ جب معاہدے پر غور کریں گے تو معلوم ہوتا ہے یہ معاہدہ دو ریاستوں کے مابین ہوا ہے۔ جیسا کہ معاہدے میں درج ہے کہ 'کسی کو افغان سرزمین امریکا کے خلاف استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ غیر ملکی جنگجوؤں کو ویزا، پاسپورٹ، شہریت اور چندہ نہیں دیا جائے گا۔ اسی طرح طالبان اپنے افراد کو غیر ملکی جنگجوؤں کے ساتھ روابط قائم کرنے سے روکیں گے۔ البتہ ان اقدامات پر عمل درآمد حکومتی سیٹ اپ کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ دراصل امریکا معاہدے کے تحت بالواسطہ اعتراف کر رہا ہے کہ اس نے بطور ریاست 'امارت اسلامیہ افغانستان' کو تسلیم نہیں کیا، بلکہ طالبان

کی 'اسلامی حکومت' کو بطور ریاست تسلیم کیا ہے۔ اس لیے امریکا نے معاہدے اور اپنی یادداشت میں طالبان کو 'گروپ' کے نام سے مخاطب نہیں کیا۔ اس دلیل کو معاہدے کی ایک اور شق سے تقویت ملتی ہے۔ امریکا نے 'نئی افغان اسلامی حکومت''' بنانے کی ذمہ داری قبول کی ہے۔ یہ حکومت بین الافغان مذاکرات کے نتیجے میں قائم ہو گی، جس کی حمایت امریکا کی ذمہ داری ہو گی۔ معاہدے کے تیسرے حصے میں شق نمبر دو میں واضح لکھا ہے کہ 'ریاست ہائے متحدہ امریکا 'امارت اسلامیہ افغانستان' کو بطور ریاست تسلیم نہیں کرتا، وہ طالبان کو 'نئی افغان اسلامی حکومت' کے تناظر میں تسلیم کر کے اس کے ساتھ مثبت تعلقات کا خواہاں ہے۔ امید ہے کہ امریکا اور بین الافغان مذاکرات کے نتیجے میں قائم ہونے والی 'نئی افغان اسلامی حکومت' کے درمیان تعلقات مثبت ہوں گے۔'

'نئی افغان اسلامی حکومت' جیسی اصطلاح سے کئی تصورات اخذ کیے جا سکتے ہیں۔

- موجودہ نظام افغانی ہے اور نہ ہی اسلامی ہے۔ اس لیے ایک متبادل نظام کی ضرورت ہے۔
- موجودہ حکومت افغان بھی ہے اور اسلامی بھی ہے، لیکن 'نئی افغان اور اسلام پسند حکومت' کی ضرورت ہے۔
- یہ حکومت 'امارت' نہیں ہے۔ کیوں کہ امارت محدود جغرافیے کی پابند نہیں ہو سکتی۔ اس لیے لفظ 'افغان' منتخب کر دیا گیا ہے۔
- یہ اصطلاح امریکا اور طالبان کے مابین اس معاہدے کا اظہار کرتی ہے کہ موجودہ حکومتی نظام ختم کر دینا چاہیے۔ البتہ نئے نظام کی نوعیت بارے بین الافغان مذاکرات میں بات کی جائے گی۔ اس لیے معاہدے میں اس کا تذکرہ نہیں کیا گیا۔
- امریکا نئی حکومت کے قیام کے لیے تعاون کا ذمہ دار ہے۔ اس نے وعدہ کیا ہے کہ طالبان اور وہ توقع رکھتے ہیں کہ نئی افغان اسلامی حکومت کے ساتھ ان کے تعلقات مثبت ہوں گے۔
- نئی افغان اسلامی حکومت کے ساتھ تعلقات بہتر کے لیے 'طالبان اور امریکا' کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ طالبان ہی حکمران ہوں گے۔
- اگرچہ امریکا نے مستقل طور پر حکومت کی نوعیت اور نظام کو داخلی مسئلہ قرار دیا ہے، لیکن اس نے طالبان کے سامنے وضاحت کی ہے اور براہ راست وعدہ کیا ہے کہ موجودہ حکومت ان کا حصہ ہے۔ اسے تبدیل کرنے میں امریکا کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

آزادی اور جمہوریت کا اعتراف:

معاہدے کے پہلے حصے میں شق نمبر پانچ میں لکھا ہے کہ 'امریکا اور اس کے اتحادی افغانستان کی سالمیت اور سیاسی خود مختاری کے خلاف طاقت اور دھمکی استعمال نہیں کریں گے۔ وہ افغانستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے۔'

اس جملے سے چند نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں:

- امریکا اور اس کے اتحادیوں نے 19 برس سے افغانستان کی سالمیت اور سیاسی خود مختاری کو پامال کیا تھا اور افغانستان پر قبضہ کیے رہا۔
- ملکی سالمیت اور سیاسی خود مختاری کے خلاف طاقت اور دھمکی کا استعمال کیا۔
- ملکی معاملات میں مداخلت کر رہا تھا۔
- یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ یہ تمام مثالیں آزادی کے خلاف ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ افغانستان آزاد نہیں تھا، لیکن اب ہم آزادی کا احترام کریں گے۔
- اس عہد سے ثابت ہوتا ہے معاہدے کا فریق مخالف 'طالبان' بطور حکمران ملکی سالمیت، سیاسی خود مختاری اور اندرونی معاملات میں مکمل خود مختار رہیں گے۔
- خود مختاری تسلیم کرنے کا عہد ایک اور جگہ بھی کیا گیا ہے۔ اس کے مطابق امریکا نئی افغان اسلامی حکومت کو مالی مدد فراہم کرے گا، لیکن اس کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کرے گا۔

معاہدے پر عمل درآمد کی ضمانت؟

یہ معاہدہ بڑی حد تک امریکا کی شکست کا اعتراف ہے۔ اس کے پچھلے انیس سالوں کی غلطیوں کے تسلسل کو ختم کرنے کا ایک عہد ہے۔ اس پر عمل درآمد کے لیے کچھ خدشات موجود ہیں۔ یہ خدشات اگلے کچھ دنوں میں حقیقت میں تبدیل ہو سکتے ہیں یا ختم ہو سکتے ہیں۔ ان دنوں میں قیدیوں کی رہائی اور بین الافغان مذاکرات کا آغاز معاہدے کے پہلے حصے کے اقدامات ہیں۔ ان پر عمل درآمد سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ امریکا اپنے وعدوں کی پاسداری کرنے کے لیے پُرعزم ہے اور وہ اس معاہدے کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔ معاہدے پر دستخط کے موقع پر تقریباً 30

ممالک کے اعلیٰ حکام اور نمائندوں کی شرکت سے کسی طرح کی ضمانت یا کم از کم گواہی ثابت ہو سکتی ہے۔ جو فریق معاہدے کی خلاف ورزی کرے گا، وہ اس کی نشان دہی کریں گے۔ علاوہ ازیں طالبان نے اس معاہدے کی توثیق اور تائید کی ذمہ داری بھی امریکا پر ڈال دی ہے۔ معاہدے کے تیسرے حصے کی پہلی شق میں درج ہے: 'امریکا اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل سے معاہدے کو تسلیم کرنے اور اس کی توثیق کرنے کے لیے کہے گا۔'

موجودہ انتظامیہ کی پوزیشن؟

جب کابل میں انتخابی نتائج کے اعلان میں تاخیر ہوئی تو اس خیال کو تقویت ملی کہ پس پردہ طالبان اور امریکا کا مکالمہ کامیاب رہا ہے۔ دونوں کسی حتمی نتیجے پر پہنچ گئے ہیں۔ بعض دانش ور یہ تبصرہ کر رہے تھے کہ موجودہ حکومت کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ البتہ غیر متوقع طور پر انتخابی نتائج کا اعلان کیا گیا، جس کے باعث حکومت کی جانب سے شدید رد عمل سامنے آیا۔ سوال یہ ہے کہ اشرف غنی نے اس میں تیزی کیوں لائی؟ انتخابی نتائج کے اعلان کے بعد سیاسی بحران نے سر اٹھایا۔ اشرف غنی اور ڈاکٹر عبداللہ نے حلف اٹھانے کی تقریبات منعقد کرنے کا اعلان کیا۔ جب کہ امریکا کی مداخلت پر 29 فروری سے قبل حلف برداری کی تقریبات معطل کر کے 9 مارچ کی تاریخ مقرر کی گئی۔ اشرف غنی نے تقریب حلف برداری ملتوی کرتے ہوئے کہا کہ 'وہ امن کوششوں کو کامیاب بنانے کے لیے یہ قربانی دے رہے ہیں۔'

اشرف غنی اور ڈاکٹر عبداللہ نے 9 مارچ کو الگ الگ حلف اٹھایا اور یوں پہلی بار افغانستان میں بہ یک وقت دو صدر بن گئے۔ حالانکہ ساڑھے تین کروڑ کی آبادی میں نام نہاد الیکشن میں محض پندرہ لاکھ افراد نے حصہ لیا۔ اس لحاظ سے چار فیصد عوام نے ووٹ کاسٹ کیا، جب کہ 96 فیصد عوام نے امارت اسلامیہ کی اپیل پر جعلی اور دھاندلی زدہ الیکشن کا بائیکاٹ کیا۔ انتخابی نتائج کا اعلان بھی چھ ماہ کی تاخیر کے بعد کیا گیا۔ جس سے نیا بحران جنم پیدا ہو گیا۔ امریکی وزیر خارجہ مائیک پومپیو نے دونوں صدور کے درمیان مصالحت کی کوشش کی، لیکن وہ بھی ناکام رہے۔ چناں چہ وہ کابل سے ناراض چلے گئے۔ جس پر امریکا نے سخت ناراضی کا اظہار کیا اور کابل انتظامیہ کے ساتھ ایک ارب ڈالر امداد میں کٹوتی کا اعلان کر دیا۔

امریکی انخلا کے بعد کا افغانستان:

امارت اسلامیہ نے عیدین کے موقع پر جاری کردہ پیغامات یا کچھ دوسرے خاص دن اور مواقع پر اپنے پیغامات میں متعدد بار اس بات پر زور دیا ہے کہ 'وہ اقتدار پر اجارہ داری نہیں چاہتے۔ ہم ایک ایسی حکومت کے خواہاں ہیں، جس میں تمام افغانوں کی نمائندگی شامل ہو۔ یہی اصطلاح زلمے خلیل زاد نے کچھ دن پہلے استعمال کی اور بظاہر لگتا ہے امریکا اور طالبان نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ نئی اسلامی حکومت میں تمام افغانوں کو نمائندگی کا حق حاصل ہو گا۔ یہ اچھی بات ہے کہ بننے والی نئی اسلامی حکومت میں تمام قبائل، اقوام اور جماعتوں کو اہلیت کی بنیاد پر نمائندگی کا حق دیا جائے۔ ایسے انصاف کے خلاف صرف ظالم ہی مخالفت کی آواز اٹھائے گا۔ کیوں کہ وہ اس کی مخالفت کے لیے کوئی معقول دلیل پیش نہیں کر سکتا۔

سب سے زیادہ حساس مسائل افغان ثقافت کی مخالفت اور خواتین کے کام اور سرگرمیوں کے ہیں۔ طالبان آزادی اظہار رائے اور خواتین کے کام کے لیے سازگار ماحول مہیا کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ کچھ عناصر جان بوجھ کر غیر ضروری مخالفت کریں گے۔ طالبان ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے اپنے ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ 'ایک منصفانہ عدالت کی موجودگی میں ہر ایک کو حق حاصل ہو گا کہ وہ گزشتہ 19 سالوں میں دونوں اطراف سے کیے گئے مظالم کے خلاف آواز اٹھائے۔ عدالت سے انصاف کا مطالبہ کرے۔ ہماری طرف سے سب کو معافی ہو گی۔' جو لوگ جنگ کے کسی اور پہلو کے خونی واقعات میڈیا پر نشر کرتے ہیں، وہ جنگ کو خانہ جنگی میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اس لیے جنگ میں دل چسپی رکھتے ہیں تاکہ جنگ جاری رہنے سے انہیں رقم ملتی رہے۔ ان کا بینک بیلنس بڑھتا رہے۔ وہ ذاتی مفادات کی خاطر جنگ جاری رکھنے کی سازشوں میں مصروف ہیں۔

اگر معاہدے پر کامیابی کے ساتھ عمل درآمد یقینی بنایا گیا تو ایک منصفانہ نظام اور مستحکم افغانستان کی توقع کی جا سکتی ہے۔ جن کو مسجد کے محراب، میڈیا کا مائیک یا قلم کے ہتھیار کی سہولیت میسر ہو، وہ عوام کی ذہن سازی کریں۔ رائے عامہ ہموار کریں۔ یہ ملک چند افراد کی جاگیر اور ملکیت نہیں ہے۔ یہ پوری قوم کا مشترکہ گھر ہے۔ اگر ملک کو ایمان دار اور دیانت دار قیادت ملی تو امید ہے وہ امت مسلمہ کی رہنمائی کرے گی۔ ان شاء اللہ

تکبیر کی گونج میں امریکہ سرنڈر ہوا

سیف العادل احرار

قطر معاہدے کے بعد دنیا کے مشہور تجزیہ کاروں نے امارت اسلامیہ کے قائدین پر مختلف تبصرے کیے۔ بی بی سی اردو نے ایک رپورٹ میں لکھا تھا کہ قطر کے شہر دوحہ میں سفید شلوار قمیض میں ملبوس سر پر پگڑیاں پہنے اور کاندھوں پر چادر رکھے طالبان رہنما ہر کسی کے مرکزِ نگاہ تھے۔ جب کہ وہاں موجود بین الاقوامی میڈیا پرسن کے لیے کسی بھی طالبان رہنما سے بات کرنا ہی بڑی خبر تھی۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جب طالبان رہنما ملا عبدالغنی برادر امن معاہدے پر دستخط کی تقریب کے بعد مرکزی ہال سے باہر نکلے تو صحافی ان پر ایسے ٹوٹ پڑے کہ ملا بردار کے ساتھیوں کو دخل انداز ہونا پڑا۔ جب ملا برادر صحافیوں میں پھنس گئے تو ہر جانب سے مختلف زبانوں میں سوالات کیے جا رہے تھے۔ کوئی انگریزی میں تو کوئی پشتو، دری اور فارسی میں سوال کر رہا تھا۔ مگر ملا برادر دھیمی آواز میں جواب دیتے رہے۔ حتیٰ کہ صحافیوں کے شور کے باعث ان کی آواز سننا مشکل ہوگیا۔

اس کے برعکس جب امریکی وزیر خارجہ مائیک پومپیو مرکزی ہال سے باہر آئے تھے تو فوٹو گرافرز نے ان کی تصاویر ضرور لیں، مگر رپورٹرز ان کی جانب ایسے نہیں لپکے، جیسے ملا برادر کی جانب لپکے تھے۔

معاہدے پر دستخط کے بعد امریکی وزیر خارجہ نے کہا کہ 19 برسوں میں بہت سے امریکی فوجی، سکیورٹی اہل کار، افغان شہری اور بے گناہ لوگ قتل ہوئے ہیں۔ انہوں نے بارہا اس بات کا تذکرہ کیا کہ اب طالبان افغانستان کی سرزمین امریکا سمیت کسی بھی دوسرے ملک کے خلاف استعمال نہیں ہونے دیں گے۔ ملا عبدالغنی برادر اخوند نے پشتو زبان میں ٹھہر ٹھہر کر تقریر کی۔ انہوں نے افغانستان میں تمام جنگجو گروہوں سے کہا کہ اگر وہ سچے دل سے اسلامی نظام کا نفاذ چاہتے ہیں تو آگے بڑھیں اور ملک کی بہتری کے لیے اقدام کریں۔ انہوں نے کہا کہ امریکا اور امارت اسلامیہ کے درمیان کامیاب مذاکرات اور معاہدہ افغان عوام اور خطے کے لیے مثبت اقدام ہے۔ اس کے باعث عوام کو سکون کا سانس ملے گا۔

> یہ صرف امریکا کی شکست نہیں ہے۔ یہ امریکا کے تمام اتحادیوں اور نیٹو کی شکست ہے۔ انہوں نے افغانستان میں اپنا نیٹ ورک قائم کرنے، اپنے حمایتی گروہ بنانے اور افغان کٹھ پتلی حکومت کے لیے اربوں ڈالر کی سرمایہ کاری کی، جو یک دم زمین بوس ہو چکی ہے۔ خطے کی صورت حال یک دم بدل جائے گی۔ افغانستان میں طالبان کے اثر و رسوخ کے گہرے اثرات مرتب ہوں گے۔

تقریب میں دو درجن سے زائد ممالک کے سفیر اور وزرائے خارجہ موجود تھے۔ جب کہ بڑی تعداد میں عالمی مبصر اور اہم شخصیات بھی موجود تھیں۔ ملا برادر کی تقریر کے دوران اور اختتام پر وہاں موجود طالبان رہنماؤں نے زوردار آواز میں نعرہ تکبیر بلند کر کے تمام حاضرین کی توجہ اپنی جانب مبذول کروالی۔ حیران کن بات یہ تھی کہ تقریب سے پہلے طالبان رہنما کسی سے بات چیت کرنے کو تیار نہیں تھے۔ اگر کوئی صحافی پھر بھی سوال کر لیتا تو یہی جواب ملتا کہ 'سب خیر سے ہوگا۔ یہ ایک تاریخی اور یادگار دن ہے۔' تاہم تقریب کے بعد کچھ طالبان رہنماؤں نے صحافیوں سے بات چیت کی اور اپنا مؤقف سامنے رکھا۔ اس عزم کا اعادہ کیا کہ وہ اس معاہدے پر عمل درآمد کو یقینی بنائیں گے۔

معاہدے میں دونوں جانب سے قیدیوں کی رہائی، افغانستان سے امریکی اور دیگر ممالک کی فوج کا بتدریج انخلا، افغان میں مذاکرات کے عمل کا آغاز، اسلامی حکومت کے قیام اور سکیورٹی جیسے موضوعات پر بات چیت اور دیگر تمام مسائل کے حل کے لیے اقدامات بتائے گئے ہیں۔ طالبان رہنماؤں سے پوچھا گیا کہ آخر اس 19 سالہ جنگ میں کس کی جیت اور کس کی ہار ہوئی ہے؟ ان کا کہنا تھا کہ اس کا فیصلہ تو صحافی

کریں گے، مگر در حقیقت یہ طالبان کی فتح ہے۔ طالبان تو مذاکرات کے لیے ہر وقت تیار تھے۔ امریکا مذاکرات نہیں چاہتا تھا۔ اب اگر امریکا نے مذاکرات کر کے معاہدے پر دستخط کیے ہیں تو یہ طالبان اور افغان عوام کی فتح ہے۔

طالبان کے ترجمان سہیل شاہین کا کہنا تھا کہ وہ اشرف غنی کو تسلیم نہیں کرتے۔ طالبان تو لبریشن کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ وہ حکومت کا حصول نہیں چاہتے ایسے میں وہ اس دھڑے کو حکومت کیسے تسلیم کر لیں، جو امریکا کے بل بوتے اقتدار میں آیا ہے۔ مشہور کالم نگار حفیظ محمد عاصم نے دوحہ معاہدے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ امریکا کے سرنڈر ہونے پر معاہدے پر دستخط کرتے ہی اللہ اکبر کے نعرے گونج اٹھے۔ وہاں موجود درجنوں داڑھی پگڑی والے میڈیا کی چکاچوند سے دور رب کائنات کی بارگاہ میں سربسجود ہو گئے۔ وہ امارات اسلامیہ کے جھنڈے لہراتے ہوئے مارچ کرنے لگے۔ سامنے وہی دشمن تھے، جو دو دہائیاں قبل پورے لاؤ لشکر سمیت آئے تھے۔ انہوں نے پتھر کے زمانے میں پہنچا دینے کا نعرہ لگایا تھا۔ اب بھی وہی سامنے تھے، لیکن بے بس و مجبور! یہ کوئی افغانستان کے سنگلاخ پہاڑوں کا محاذ نہیں تھا۔ یہ قطر کا فائیو اسٹار ہوٹل تھا، جہاں ایک سپر پاور کا غرور دفن ہو رہا تھا۔ کون جیتا کون ہارا، یہ فیصلہ انتہائی آسان ہے۔ ان درویشوں کے پیچھے پوری دنیا کا میڈیا تھا، جو ان کا ایک ایک لفظ سننا چاہتا تھا۔ ہر کوئی ان سے بات کرنا چاہتا تھا۔ ہر کیمرہ ان پر فوکس تھا اور انہیں ہی دکھا رہا تھا۔

یہ اس صدی کی سب سے بڑی خبر ہے کہ ایک سپر پاور اپنے پچاس سے زائد اتحادی ممالک کی فوج لے کر حملہ آور ہوا تھا۔ اسے ان طالبان نے شکست دی، جن کی مدد تو دور کی بات، کوئی ان کے ساتھ تعلق بھی نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ 19 سال کا صبر، قربانیاں اور میدان جنگ کی سختیاں، لیکن ان کے حوصلے نہ ٹوٹے۔ وہ سپر پاور کے دعوے دار کو روندتے رہے۔ امریکا ہزاروں ارب ڈالر ڈبو کر بھی انہیں نہ جھکا سکا۔ حالت یہ ہو گئی کہ خود امریکی اپنی اشیائے خورد و نوش پہنچانے کے لیے طالبان کے علاقوں سے گزرنے کا تاوان دیتے۔ وہ انہی ڈالرز سے اسلحہ و ساز و سامان خرید کر امریکا پر حملے کرتے۔

طالبان نے امریکا سے اسلحہ چھین کر امریکا سے لڑائی کی۔ امریکا کو ہی شکست فاش دی۔ امریکا و اتحادی تو چند سال کے لیے آئے تھے کہ طالبان کو ختم کر دیں گے۔ معاشرے اور نظریات کو بدل دیں گے۔ ماڈرن افغانستان بنا کر واپس جائیں گے۔ طالبان کی استقامت، عزم اور صبر و استقلال نے تاریخ کا دھارا بدل ڈالا۔ امریکا رسوا ہو کر امن کی بھیک مانگتا رہا۔ کئی سالوں کے اس مذاکراتی عمل کے بعد انخلا پر مجبور ہوا۔ اُس نے خود کئی طالبان لیڈر رہا کر کے افغانستان پہنچائے۔ آج جس ملا عبدالغنی برادر نے معاہدے پر دستخط کیے، وہ بھی رہا کرا کے وہاں پہنچائے گئے تھے۔ ان کے ساتھ بیٹھے ملا محمد فاضل اخوند، ملا خیر اللہ خیر خواہ سمیت متعدد رہنما گوانتانامو بے جیل سے لائے گئے۔ ہر ایک کی اپنی کہانی ہے۔ اس محفل میں طالبان فاتح بن کر بیٹھے۔ تقریب سے پہلے کسی نے پوچھا کہ معاہدے پر دستخط کون کرے گا؟ جواب ملا کہ 'امارت اسلامیہ!' یہ معاہدہ امریکا اور 19 سال قبل کی طالبان حکومت کے درمیان ہوا ہے۔ اسی لیے انہوں نے پر جوش نعرے لگائے۔ امارت اسلامیہ کے پرچم لہرا کر مارچ کیا گیا۔ طالبان نے سب کا شکریہ ادا کیا۔ یہ لبرل و سیکولر نظریات کی بھی شکست ہے، جو امریکا و مغرب کی ظاہری طاقت، اسلحہ اور شان و شوکت سے متاثر ہیں۔ ان کے لیے خبر ہے کہ افغانستان کے ان مجاہدین نے امریکا کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا ہے، جن کے پاؤں میں اب بھی چپلیں ہیں۔ دنیا میں کوئی انہیں اسلحہ نہیں دیتا۔ کوئی واضح حمایتی نہیں ہے۔ ان کا ٹیکنالوجی اور جدت کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ ان کی ایمانی طاقت اور صبر و ہمت اور استقلال نے آج ایک نام نہاد سپر پاور کو شکست دی ہے۔

یہ صرف امریکا کی شکست نہیں ہے۔ یہ امریکا کے تمام اتحادیوں اور نیٹو کی شکست ہے۔ انہوں نے افغانستان میں اپنا نیٹ ورک قائم کرنے، اپنے حمایتی گروہ بنانے اور افغان کٹھ پتلی حکومت کے لیے اربوں ڈالر کی سرمایہ کاری کی، جو یک دم زمین بوس ہو چکی ہے۔ خطے کی صورت حال یک دم بدل جائے گی۔ افغانستان میں طالبان کے اثر و رسوخ کے گہرے اثرات مرتب ہوں گے۔

معاہدے کے بعد اندرونی بحران پر قابو پایا جائے

(نوٹ: مولوی خیر اللہ خیر خواہ امارت اسلامیہ کے سر کردہ رہنماؤں میں سے ہیں۔ یہ امارت اسلامیہ کے وہ رُکن ہیں، جنہیں امریکا نے گرفتار کر کے جہنم جیسے جیل گوانتاناموبے میں کئی سال قید رکھا، جہاں اِنہیں شدید غیر انسانی اذیتیں دی جاتی تھیں۔ مولوی خیر اللہ خیر خواہ کچھ سال قبل ایک امریکی فوجی کی رہائی کے بدلے اپنے چار ساتھیوں سمیت گوانتاناموبے جیل سے رہا ہو کر قطر دفتر پہنچے تھے۔ یہ اب تک وہیں مقیم ہیں۔ مولوی خیر اللہ خیر خواہ نے امریکا کے ساتھ مذاکرات میں بھرپور حصہ لیا تھا۔ اُن سے مذاکرات بارے بات چیت ہوئی، جو قارئین شریعت کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔)

مولوی خیر اللہ خیر خواہ

سوال:

آپ نے گوانتاناموبے میں کافی زمانہ گزارا ہے۔ امریکی اہل کاروں کی بدعہدی کا آپ کو زیادہ علم ہے۔ آپ نے کبھی یہ خیال کیا کہ ایک دن امریکا بھی اپنے عہد کی پاس داری کر کے امن معاہدے پر دستخط کرے گا؟

مولوی خیر اللہ خیر خواہ:

ہر شخص کا اپنا نظر ہوتا ہے۔ میں نے امریکی ٹیم کے ساتھ مذاکرات میں یہ اندازہ لگایا ہے کہ وہ افغانستان سے نکلنا چاہتے ہیں۔ یہ بات واضح ہے کہ ڈیڑھ لاکھ امریکی اور تقریباً دو ڈھائی لاکھ افغان فوجیوں کی موجودگی میں 19 سال سے جنگ جاری ہے۔ امریکا دنیا کی سپر طاقت کا زعم رکھنے کے باوجود یہاں امن قائم نہیں کر سکا۔ لہذا یہاں سے نکلنا اس کی مجبوری ہے۔ البتہ دنیا کو یہ بتانے کے لیے کہ ہم کمزور نہیں ہوئے، وہ بادل نخواستہ مذاکرات پر مجبور ہے۔

ہمیں امریکا کے ساتھ گفتگو میں اندازہ ہوا ہے کہ اس نے ہر قیمت پر افغانستان سے نکلنے کا فیصلہ کیا ہے۔ وہ محض اس لیے فیصلہ کرنے میں پس و پیش کر رہا ہے کہ انخلا کا کوئی باعزت طریقہ مل سکے۔ تاکہ حیثیت اور عزت بچی رہے۔ اُسے یہی محفوظ راستہ تلاش کرنے کے لیے فیصلہ کرنے میں وقت لگا۔ جس سے بعض لوگوں کو تشویش رہی کہ امریکا نکلنے والا نہیں ہے۔ وہ محض دھوکہ دہی سے کام لے کر میدان گرم رکھنا چاہتا ہے۔ کئی مجالس میں مجھے یہی اندازہ ہوا کہ نکلنے کا فیصلہ ہر قیمت پر کیا جا چکا ہے، محض مناسب موقع کی تلاش ہے۔

سوال:

اگر امن معاہدے کی روح کے مطابق امریکا افغانستان سے نکل جائے تو خطے کے دیگر ممالک پر اس کے کیا اثرات مرتب ہوں گے۔ کیوں کہ پڑوسی ہونے کے ناطے انخلا کے اثرات ان پر ضرور مرتب ہوں گے؟

مولوی خیر اللہ خیر خواہ:

اس میں شک نہیں کہ امریکا صرف افغانستان کے لیے نہیں آیا تھا۔ وہ دیگر مقاصد کے ساتھ خطے کی سیاست کنٹرول کرنا چاہتا تھا۔ آس پاس کے تمام ممالک کے ساتھ رابطے یہیں سے ہوا کرتے تھے۔ اس صورت حال میں خطے کی بڑی قوتوں کو امریکی موجودگی پر تشویش تھی۔ ان کا خیال تھا کہ امریکی موجودگی ہمارے لیے مسائل کا باعث ہے۔ اس لیے انہوں نے ہمیشہ امارت اسلامیہ کے موقف کی حمایت کے ذریعے امریکی جارحیت پر ناپسندیدگی کا اظہار

کیا۔ وہ دبی زبان میں امریکا کو افغانستان سے نکلنے کا پیغام دیتے رہے۔ کیوں کہ انہیں یقین تھا کہ اگر افغانستان میں امریکی مقاصد کی تکمیل ہوتی ہے تو یہ ہماری سالمیت کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ جب افغانستان میں امریکی موجودگی کو پڑوسی ممالک اپنی سالمیت کے لیے خطرہ قرار دیتے ہیں تو ظاہر ہے، امریکی انخلا سے ان کو بہت زیادہ فائدہ ہوگا۔ دوسری طرف خود افغانستان کے لیے یہ نہایت بڑی خوش خبری ہے۔ افغان عوام کو چاہیے باہمی اختلافات پس پشت ڈال کر گزشتہ چالیس سالہ بحرانوں پر قابو پایا جائے۔ اپنے محفوظ مستقبل کے لیے مل کر سوچنے کی راہ نکالیں۔ تاکہ آئندہ نسلیں آزادی کی فضا میں سانس لینے کے قابل ہوں۔ پڑوسی ممالک اقتصادیات و تجارت اور ترقی کے دیگر میدانوں میں افغانستان کے ساتھ روابط برقرار رکھیں۔ امید ہے افغانستان کی تمام اقوام گزشتہ چالیس سالہ بحرانوں کو دیکھتے ہوئے دانش مندانہ فیصلے کریں گی۔ اگر ایسا ہوتا ہے تو امارت اسلامیہ بھی فروعی مسائل سے صرفِ نظر کر کے ملک و ملت کے عظیم تر مفاد میں کام کر سکے گی۔

سوال:

امریکی جارحیت کے خاتمے کے لیے کن ممالک نے امارت اسلامیہ کے ساتھ تعاون کیا ہے، جن کی کوششوں کی بدولت امریکا امن معاہدے پر آمادہ ہوا۔ نام بتانا پسند کریں گے؟

مولوی خیر اللہ خیر خواہ:

یقیناً دیگر ممالک کا اس حوالے سے نہایت مثبت کردار رہا ہے۔ البتہ اس ضمن میں زیادہ تر وہ اپنے منافع ہی کا خیال رکھا کرتے تھے۔ مثلاً دیگر ممالک کے ساتھ افغانستان کے راستے سے تجارت، ان کے ساتھ بہتر تعلقات وغیرہ، جس کا ان کی بیرونی سیاست پر مثبت اثر ہوتا تھا۔ اس حوالے سے قطر، پاکستان، روس، چین، انڈونیشیا، ناروے، جرمنی، ازبکستان اور دیگر پڑوسی ممالک کا اہم کردار رہا ہے۔ ان کی کوشش رہی ہے کہ مذاکرات بغیر تعطل کے جاری رہیں۔ افہام و تفہیم کے ذریعے مسائل حل ہو جائیں۔ البتہ افغانستان کے ساتھ خیر خواہی کے ساتھ وہ اپنے منافع کا بھی خیال رکھتے تھے۔

سوال:

مذاکرات کے ادوار میں تلخ و شیریں یادیں بھی شریعت میگزین کے قارئین کے ساتھ شیئر کیجیے!

مولوی خیر اللہ خیر خواہ:

دوران گفتگو میرے لیے تلخ یادیں وہ ہیں، جب فریقین کی جانب سے گزشتہ موضوعات چھیڑے جاتے، جس کا فائدہ کم، نقصان زیادہ ہوتا تھا۔ بہت سے مواقع پر گزشتہ باتیں چھیڑی جاتیں تو گفتگو پر جمود طاری ہو جاتا اور مجلس سرد مہری کا شکار ہو جاتی۔ جب کہ ہمارا مقصد یہ تھا کہ معاملات آگے بڑھائے جائیں۔ یہ ایسی یادیں ہیں، جو کم از کم میرے لیے نہایت تلخ تھیں۔ شیریں یادوں کی مثال یہ ہے کہ جب ہم ایک مقصد تک پہنچ جاتے تو فریق مخالف کی جانب سے اپنے مالی و جانی نقصانات کا ایسا تذکرہ شروع ہو جاتا، وہ عموماً جن کا اظہار میڈیا پر نہیں کیا کرتا تھا۔ ہمیں پہلے بھی یقین تھا کہ اس جنگ میں دشمن کو کافی نقصان پہنچ رہا ہے، مگر وہ اسے ظاہر نہیں کرتا۔ جب وہ اپنے نقصانات کا اظہار کرتا تو ہم درمیان سے اپنے لیے حل کی راہ تلاش کرتے۔

تلخ و شیریں یادیں تو بہت ہیں، یہ دو محض بطور مثال ذکر کر دی ہیں۔

قیدیوں کی رہائی فتوحات کا تسلسل

سیف العادل احرار

امارت اسلامیہ اور امریکا کے درمیان جارحیت کے خاتمے کے تاریخی معاہدے میں ایک شق یہ بھی شامل تھی کہ بین الافغان مذاکرات سے قبل 6 ہزار قیدیوں کا تبادلہ کیا جائے گا۔ بگرام اور پل چرخی سمیت دیگر بدنام زمانہ جیلوں میں گرفتار پانچ ہزار مجاہدین کو رہا کیا جائے گا، جب کہ امارت اسلامیہ اس کے بدلے ایک ہزار افغان فوجی رہا کرے گی۔ امارت اسلامیہ نے امریکی مذاکراتی ٹیم کے ساتھ مذاکرات کے دوران مطالبہ کیا تھا کہ بین الافغان مذاکرات سے قبل ماحول سازگار بنانے اور اعتماد کی فضا قائم کرنے کے لیے قیدیوں کا تبادلہ کیا جائے۔ جس پر زلمے خلیل زاد نے موقف اختیار کیا تھا کہ اس موضوع پر کابل انتظامیہ سے بات کی جائے گی۔ سیاسی دفتر کے ارکان نے خلیل زاد سے کہا تھا کہ ہمارے مجاہدین کو امریکی فوج نے چھاپوں میں گرفتار کیا ہے۔ لہذا رہائی بھی امریکا کی ذمہ داری ہے، جس پر امریکا نے مثبت جواب دیا تھا۔ معاہدے میں قیدیوں کے تبادلے پر اتفاق رائے کے بعد امارت اسلامیہ کے کمیشن برائے جیل خانہ جات نے پانچ ہزار قیدیوں کی لسٹ جاری کی، جس میں قیدی کا نام، ولدیت، صوبہ، ضلع، جیل کا نام اور گرفتاری کی تاریخ سمیت تمام تفصیلات درج تھیں۔ جب کہ امارت اسلامیہ کی قید میں افغان اہل کاروں کی لسٹ فراہم کرنا کابل انتظامیہ کی ذمہ داری ہوگی۔

29 فروری کو معاہدے پر فریقین کے دستخط کے بعد اشرف غنی نے قیدیوں کی رہائی سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ 'جب تک طالبان ہمارے ساتھ براہ راست مذاکرات نہیں کریں گے، وہ قیدیوں کو کسی صورت بھی رہا نہیں کریں گے۔ یہ ہمارا اٹل فیصلہ ہے۔' اشرف غنی نے اپنے اس بیان کے دو دن بعد امریکا کے دباؤ پر یوٹرن لیتے ہوئے قیدیوں کی مشروط رہائی کا اعلان کر دیا۔ انہوں نے 9 مارچ کو حلف برداری کی تقریب سے خطاب کے دوران قیدیوں کی رہائی کا باضابطہ فرمان جاری کرنے کا اعلان کیا۔ انہوں نے اگلے روز حکم نامہ جاری کیا، جس کے مطابق پہلے مرحلے میں 15 سو قیدی رہا کیے جائیں گے۔ ہر روز 100 قیدی رہا کیے جائیں گے۔ بعد ازاں بین الافغان مذاکرات شروع ہوں گے۔ ہر 15 دن میں پانچ سو قیدی رہا کیے جائیں گے۔ تاہم امارت نے مشروط رہائی کو مسترد کرتے ہوئے اعلان کیا کہ 'جب تک معاہدے کے مطابق ہمارے پانچ ہزار قیدی رہا نہیں کیے جائیں گے، ہم بین الافغان مذاکرات شروع نہیں کریں گے۔'

امریکی وزیر خارجہ مائیک پومپیو اور زلمے خلیل زاد نے قطر دفتر سے رابطہ کر کے طالبان قیدیوں کی رہائی کا یقین دلایا۔ انہوں نے اعلامیہ بھی جاری کیا کہ قیدیوں کی رہائی کا موقف آ گیا ہے۔ زلمے خیل زاد نے کرونا وائرس پھیلنے پر ٹویٹ کرتے ہوئے کہا کہ اس وبا کے پھیلاؤ سے قبل قیدیوں کی رہائی ضروری ہے۔ تاہم کابل انتظامیہ نے قیدیوں کی رہائی کا معاملہ پھر مؤخر کر دیا اور اشرف غنی کے فرمان کے مطابق قیدی مقررہ وقت پر رہا نہیں ہوئے۔

دوسری جانب اشرف غنی اور ڈاکٹر عبداللہ کے درمیان بھی شدید اختلافات کی وجہ سے قیدیوں کی رہائی کا عمل متاثر ہوا ہے۔ امریکا نے طالبان کو یقین دلایا کہ وہ قیدیوں کی رہائی بہر صورت ممکن بنائیں گے۔ تاہم کابل تخت بارے اختلافات کی وجہ سے یہ عمل تعطل کا شکار ہے۔ مائیک پومپیو نے اختلافات ختم کرنے اور قیدیوں کی رہائی ممکن بنانے کے لیے کابل کا غیر اعلانیہ دورہ کیا۔ انہوں نے اشرف غنی اور ڈاکٹر عبداللہ کے درمیان مفاہمت کی کوشش کی، تاہم وہ کوشش کامیاب نہیں ہو سکی۔ جس پر مائیک پومپیو کا دورہ کابل ناکام رہا۔ امریکا نے اس معاملے پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے افغانستان کے ساتھ امداد میں ایک ارب ڈالر کی کٹوتی کا اعلان کر دیا۔ چناں چہ مائیک پومپیو کابل سے قطر روانہ ہوئے اور انہوں نے سیاسی دفتر کے سربراہ محترم ملا برادر اخوند سے ملاقات کی۔ سیاسی دفتر کے ترجمان سہیل شاہین کے مطابق دونوں رہنماؤں نے امن معاہدے اور قیدیوں کی رہائی پر تبادلہ خیال کیا۔ امریکی وزیر خارجہ نے یقین دلایا کہ وہ قیدیوں کی رہائی ممکن بنانے کے لیے مصروف ہیں۔ زلمے خلیل زاد کابل میں ہیں، تاکہ جلد از جلد یہ منصوبہ پایہ تکمیل تک پہنچ سکے۔

امریکی دباؤ کے بعد کابل انتظامیہ اور امارت اسلامیہ کے کمیشن برائے جیل خانہ

جات کے درمیان ویڈیو کانفرنس میں قیدیوں کی رہائی پر تبادلہ خیال ہوا۔ ویڈیو کانفرنس میں امریکا اور قطر کے رہنماؤں نے بھی شرکت کی اور 25 مارچ کو طالبان، کابل انتظامیہ، امریکا، قطر اور ہلالِ احمر کے درمیان ویڈیو کانفرنس میں فیصلہ کیا گیا کہ 31 مارچ سے قیدیوں کی رہائی کا سلسلہ شروع کیا جائے گا۔ سیاسی دفتر کے ترجمان سہیل شاہین نے کہا کہ امارت اسلامیہ کے کمیشن برائے جیل خانہ جات کی دس رکنی ٹیم 28 مارچ کو کابل جائے گی، جہاں وہ بگرام جیل میں فہرست کے مطابق قیدیوں کی تصدیق اور تائید کرے گی، جس پر قیدیوں کو ہلالِ احمر کے حوالے کیا جائے گا۔ بعد ازاں انہیں طیاروں میں طالبان کے مفتوحہ علاقوں میں امارت اسلامیہ کے ذمہ داروں کے سپرد کیا جائے گا۔ چناں چہ یہ سلسلہ 20 دن کے اندر مکمل کیا جائے گا۔

امارت اسلامیہ نے اپنے پانچ ہزار قیدیوں کی لسٹ فراہم کر دی ہے، تاہم کابل انتظامیہ کو اپنے قیدیوں کا علم نہیں ہے۔ زلمے خلیل زاد نے ملا برادر اخوند سے شکوہ کیا ہے کہ آپ کی جانب سے ابھی تک کابل انتظامیہ کو ان کے ایک ہزار قیدیوں کی لسٹ فراہم نہیں کی گئی ہے، جس پر ملا برادر اخوند نے کہا کہ ہم نے اپنے قیدیوں کی لسٹ دے دی ہے، جب کہ افغان فوجیوں کی لسٹ کابل انتظامیہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہمیں بھیج دے۔ جس پر خلیل زاد نے کابل انتظامیہ سے رابطہ کیا تو وہاں سے جواب ملا کہ ہم فی الوقت لسٹ فراہم نہیں کر سکتے۔ جس کے جواب میں امارت اسلامیہ کے کمیشن برائے جیل خانہ جات کے سربراہ ملا نورالدین ترابی نے کہا کہ وہ ایک سال تک بھی لسٹ فراہم نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ کابل انتظامیہ کے پاس اپنے قیدیوں کا کچھ بھی ریکارڈ موجود نہیں ہے۔ اس پر خلیل زاد نے ملا برادر اخوند سے اپیل کی کہ آپ لسٹ فراہم کرنے میں کابل انتظامیہ کے ساتھ تعاون کریں۔

کچھ لوگ اعتراض کر رہے ہیں کہ طالبان نے امریکا کے دباؤ پر اپنا موقف تبدیل کیا اور کابل انتظامیہ کے ساتھ براہ راست مذاکرات کیے ہیں۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ طالبان نے امریکا ساتھ مذاکرات میں اپنے اصولی موقف پر سمجھوتہ نہیں کیا تو کابل انتظامیہ کے سامنے کیوں اپنا موقف تبدیل کریں گے؟! سیاسی دفتر کے رہنماؤں نے پہلے دن سے یہ موقف اختیار کیا تھا کہ وہ قیدیوں کی رہائی کے معاملے پر امریکا سے بات کریں گے۔ انہوں نے امریکا کے ساتھ ہی معاہدہ کیا ہے۔ طالبان نے کبھی بھی کابل انتظامیہ سے قیدیوں کی رہائی کی منت سماجت کی ہے اور نہ ہی اپنے موقف سے دست برداری اختیار کی ہے۔ صرف قیدیوں کی رہائی کے حوالے سے امارت کے کمیشن برائے جیل خانہ جات کی تکنیکی ٹیم کے ارکان اور کابل انتظامیہ کے محکمہ جیل خانہ جات کے سربراہ کے درمیان ویڈیو کانفرنس میں قیدیوں کی رہائی کے طریقہ کار پر بات چیت ہوئی ہے، جس یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ موقف میں تبدیلی اور سمجھوتہ کیا گیا ہے۔ طالبان نے کہا تھا کہ وہ پانچ ہزار قیدیوں کی رہائی سے قبل بین الافغان مذاکرات شروع نہیں کریں گے۔ وہ آج بھی اسی موقف پر قائم ہیں۔ جب تک مکمل پانچ ہزار قیدی رہا نہیں کیے جائیں گے، بین الافغان مذاکرات شروع نہیں ہوں گے۔

قیدیوں کی رہائی سے انکار کرنے والے اشرف غنی نے دو دن بعد یوٹرن لے لیا اور اپنے اعلان کے خلاف اقدام کیا۔ جس شخص کو اپنے ایک ہزار قیدیوں کا علم نہیں ہے کہ وہ کون ہیں، وہ طالبان جیسے مضبوط لوگوں کو کیسے اپنے موقف سے پیچھے ہٹنے پر مجبور کریں گے؟! قابل غور یہ ہے کہ طالبان کی جیلوں سے جو بھی غیر ملکی رہا ہوئے ہیں، انہوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ سن 2001 میں برطانوی خاتون صحافی رہائی کے بعد مشرف بہ اسلام ہو گئیں۔ گوانتاناموبے جیل سے امارت کے پانچ قیدیوں کے تبادلے میں رہا ہونے والے امریکی جنرل، اسی طرح ملا انس حقانی سمیت تین رہنماؤں کے بدلے میں رہا ہونے والے آسٹریلوی پروفیسر ٹیموتی ویکس نے بھی اسلام قبول کیا ہے۔ اسی طرح جب افغان فوجی رہا ہوتے ہیں تو وہ مجاہدین کی صف میں شامل ہو جاتے ہیں یا پھر عام زندگی گزارتے ہیں۔

اس کے برعکس امریکا اور کابل انتظامیہ کی جیلوں سے جو مجاہد قیدی رہا ہوتے ہیں، وہ دوبارہ جہادی کارروائیوں میں حصہ لیتے ہیں۔ اب کابل انتظامیہ ان کی رہائی کے لیے یہ شرط لگاتی ہے کہ رہائی پانے والے مجاہدین دوبارہ جہادی کارروائیوں میں حصہ نہ لینے کی ضمانت دیں۔ کیا وجہ ہے کہ طالبان کی جیلوں سے رہا ہونے والے اسلام قبول کر لیتے ہیں یا طالبان میں شامل ہو جاتے ہیں، جب کہ کابل انتظامیہ کی جیلوں سے رہا ہونے والے مجاہدین دوبارہ جہاد شروع کر دیتے ہیں۔ اس سے اسلام اور طالبان کے جہاد کی حقانیت ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح مجاہدین کے اچھے اخلاق اور نیک سلوک بھی ظاہر ہوتا ہے، جو دشمن کے پروپیگنڈے کا منہ توڑ جواب ہے۔ امید ہے جلد آزادی کے جذبے سے سرشار مجاہد قیدی سرخ رُو ہو کر رہا ہو جائیں گے۔ وہ بلند حوصلے کے ساتھ اپنے گھروں کو پہنچ جائیں گے۔ کامیابی کے تسلسل کا یہ سلسلہ آگے بڑھتا رہے گا۔ ان شاءاللہ

دشمن کا پروپیگنڈا اور ہماری ذمہ داری

محسن پکتین

طالبان نے 19 برس قبل افغانستان کے 95 فیصد رقبے پر اپنا کنٹرول قائم کر کے اسلامی نظام نافذ کیا اور باقی 5 فیصد رقبے پر کنٹرول حاصل کرنے کے لیے مصروف عمل تھے۔ اس دوران امریکا نے ان کے خلاف زہریلے پروپیگنڈے کا طوفان برپا کیا اور افغانستان پر حملے کا اعلان کر دیا۔ ایک طرف مادی وسائل کے لحاظ سے کمزور طالبان اور دوسری طرف ٹیکنالوجی اور وسائل سے مالامال امریکا کے درمیان جنگ پر لوگ تبصرہ کر رہے تھے کہ 'طالبان امریکا کے سامنے ڈھیر ہو جائیں گے۔ ہمیشہ کے لیے ان کا نام ونشان صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا۔' امریکا کی طاقت کے حوالے سے حقیقت سے دور پروپیگنڈے کیے جا رہے تھے۔ ہر ایک کہتا تھا کہ طالبان اب قصہ پارینہ بن جائیں گے۔

جب امریکا نے 48 ممالک سمیت افغانستان پر لشکر کشی کی تو عوام کی مایوسی میں مزید اضافہ ہوگیا۔ امریکا نے طالبان پر خطرناک اور زہریلے بموں کی بارش کی۔ امریکا نے جنگ میں جوہری ہتھیاروں کا استعمال کیا۔ بی باون طیاروں، کروز میزائلوں اور فارس فورس بموں سے طالبان، ان کے حامیوں، مساجد، مدارس، شادی کی تقریبات، جنازوں اور عام اجتماعات کو نشانہ بنایا جاتا رہا۔ سفاک دشمن کی بمباری سے پہاڑوں اور سبز درختوں میں آگ بھڑک اٹھتی۔ زہریلے بموں سے شہید طالبان جل جاتے۔ ان کے جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے۔ ہر طرف میدان جنگ میں لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ زہریلے بموں کی وجہ سے ان کے منہ اور ناک سے خون بہہ رہا تھا۔ ہر سمت قیامت کا منظر تھا۔ مجاہدین کے اہل خانہ کے ساتھ جو ظلم ہوتا تھا، نہتے شہریوں پر جو مظالم ڈھائے گئے، گوانتاناموا اور بگرام جیلوں میں مظلوم قیدیوں کے ساتھ جو وحشیانہ سلوک ہوتا تھا، انسانیت کی تاریخ اس پر شرما گئی۔ میڈیا پر طالبان کو بدنام کرنے کے لیے منفی پروپیگنڈے شروع ہوگئے۔ انہیں دہشت گرد، قاتل اور انسانیت کا دشمن باور کرایا جاتا۔

طالبان جنگی تجربے اور حوصلے کے لحاظ سے مکمل تھے۔ صرف وسائل کی کمی، نظام کے حوالے سے کم تجربے، پروپیگنڈے کو نظر انداز کرنے اور جنگ سے غافل رہنے کی وجہ سے ان کی مشکلات میں اضافہ ہوا۔ ان کا نظام نیا تھا۔ سابقہ حکومتوں اور نظاموں کے مقابلے میں طالبان کے نظام کی خوبیاں زیادہ تھیں۔ مثلاً امن، خوش حالی اور آزادی کے لحاظ سے یہ نظام ممتاز ترین تھا۔

امریکی جارحیت کے بعد طالبان نے ایک منصوبے کے تحت پسپائی اختیار کرتے ہوئے گوریلا جنگ کے لیے پہاڑوں کا رخ کیا۔ وہاں سے امریکی اور نیٹو افواج کے خلاف جنگ کا آغاز کیا۔ اللہ تعالی کی مدد اور عوام کی حمایت سے مجاہدین نے وقت گزرنے کے ساتھ دشمن کو شکست سے دوچار کر دیا۔ ملک کے طول و عرض میں دشمن کے خلاف جارحانہ کارروائیوں کے نتیجے میں امریکی اور نیٹو افواج پسپائی پر مجبور ہوگئیں۔ میدان جنگ کی ذمہ داریاں افغان فوج کے سپرد کی گئیں۔ مجاہدین نے فتوحات کا سلسلہ شروع کرتے ہوئے ستر فیصد رقبے پر اپنا کنٹرول قائم کر لیا۔ انہوں نے دنیا پر واضح کیا کہ امارت اسلامیہ ہی اس ملک کی واحد منظم عسکری اور سیاسی قوت ہے، جسے عوام کی حمایت حاصل ہے۔ مجاہدین کی بڑھتی ہوئی مزاحمت نے دشمن کو اپنی پالیسی پر از سر نو غور کرنے پر مجبور کر دیا۔ اس دوران دشمن کو صرف میڈیا پر برتری حاصل تھی۔ مجاہدین کے خلاف منفی پروپیگنڈے ہو رہے تھے۔ تاہم وقت گزرنے کے ساتھ امارت اسلامیہ نے یہ کمی بھی پوری کر دی اور اپنے میڈیا سیل کو کم وسائل اور دشمن کی پابندیوں کے باجود منظم کیا۔

افغانستان پر امریکی جارحیت کے بعد دشمن نے پروپیگنڈے کا سہارا لیا اور انہیں انسانیت کے دشمن کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا۔ ان کے قائدین کے نام بلیک لسٹ میں شامل کر کے ان کے سروں پر کروڑوں ڈالر کا انعام رکھ دیا۔ ان پر مختلف الزامات کے تحت پابندیاں لگادی گئیں۔ جب تحریکِ طالبان شروع ہوئی، تب سے طالبان کی تمام تر توجہ عملی اقدامات پر مرکوز تھی۔ انہیں اللہ پر مکمل اعتماد تھا۔ وہ اپنے کاز سے مخلص تھے۔ اپنے مشن کو حق سمجھتے تھے۔ وہ دشمن کے پروپیگنڈوں، مشکلات، قید و بند کی صعوبتوں اور دیگر تکالیف کی پروا کیے بغیر آزادی اور اسلامی نظام کے نفاذ کے اعلیٰ اہداف کے لیے برسرپیکار تھے۔ چوں کہ میڈیا دشمن کے اختیار میں تھا۔ اس لیے اس نے بھی تمام تر صحافتی اصولوں کے خلاف واضح جانب داری کا مظاہرہ کیا۔

طالبان اب پروپیگنڈا وار کو مد نظر رکھتے ہوئے اس شعبے پر پوری توجہ دے رہے ہیں۔ امارت اسلامیہ اپنے محدود وسائل سے میڈیا کے محاذ پر بھی اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ اس کا نیٹ ورک دشمن کے میڈیا سے تیز ہوتا جا رہا ہے۔ اس لیے امارت اسلامیہ کو جنگ اور سیاست کے محاذوں کی طرح میڈیا وار میں بھی کامیابی حاصل ہو

رہی ہے۔

اگرچہ طالبان واقعات کے بارے میں بروقت، درست اور حقائق پر مبنی معلومات فراہم کرتے ہیں۔ دشمن کے پروپیگنڈے کا مؤثر جواب دیتے ہیں، اس کے باوجود چوں کہ دشمن کے پاس ذرائع جنگ زیادہ ہیں۔ وہ بھاری اخراجات کے ذریعے پروپیگنڈے پھیلانے، لوگوں کی توجہ ہٹانے، حقائق مسخ کرنے اور لوگوں کو مختلف طریقوں سے ورغلانے کے لیے میڈیا کا سہارا لے رہا ہے۔ اس لیے عوام کو بروقت اصل حقائق تک رسائی حاصل نہ ہونے کی وجہ سے وہ بھی کبھی کبھار پروپیگنڈے سے متاثر اور پریشان ہو جاتے ہیں۔

طالبان کا قیام، تحریک، حکمرانی، نظریہ اور جہاد پوری قوم نے اچھی طرح دیکھا ہے۔ یہ دشمن کا پروپیگنڈا ہی تھا، جس نے طالبان کو پوری قوم اور دنیا کے سامنے دہشت گرد بنا کر پیش کیا۔ لوگ دیکھ رہے تھے کہ طالبان کیسے لوگ ہیں؟ اس کے باوجود دشمن نے میڈیا کے بل بوتے انہیں جس روپ میں پیش کیا، اس سے پوری دنیا متاثر ہوئی۔ وقت گزرنے کے ساتھ دشمن کا پروپیگنڈا دم توڑ گیا۔ دنیا پر یہ بات عیاں ہوئی کہ طالبان محب وطن اور انسان دوست ہیں۔ ان کے خلاف جو پروپیگنڈا کیا گیا تھا، وہ جھوٹ پر مبنی تھا۔ بہت سے جوان، دانش ور اور عام لوگ اس پروپیگنڈے کا شکار ہو گئے۔ وہ صلیبی یلغار کی حمایت میں طالبان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ محض دشمن کا پروپیگنڈا تھا۔ جب طالبان کی حقیقت اور سچ سامنے آیا تو دنیا جان گئی کہ امریکا اور افغان کٹھ پتلی انتظامیہ ہی دراصل افغانستان کے دشمن ہیں۔

گزشتہ ڈیڑھ سال سے طالبان اور امریکا کے درمیان امن مذاکرات شروع ہیں۔ بعض عناصر مسلسل خدشات ظاہر کر رہے اور شکوک و شبہات پیدا کرنے کے لیے مختلف حربے استعمال کر رہے ہیں۔ جس کے باعث عوام میں کچھ مایوسی پیدا ہوئی تھی۔ حسب سابق وقت نے سب کچھ ثابت کر دیا۔ امارت اسلامیہ نے اپنے اصولی موقف پر سمجھوتہ کیا اور نہ ہی اسلام اور ملک کے خلاف کوئی اقدام اٹھایا ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے جارحیت کے خاتمے کے تاریخی معاہدے کے بعد دشمن کے تمام پروپیگنڈے اور عوام کے خدشات دم توڑ گئے ہیں۔ اسی وجہ سے ملکی سطح پر اس معاہدے کا عوام نے بھرپور خیر مقدم کیا ہے۔ جب کہ علاقائی سطح پر بھی مختلف ممالک نے اس معاہدے کی حمایت کی اور اسے مستقبل کے لیے اہم قرار دیا۔ طالبان پر عوام اور مختلف ممالک کا اعتماد مزید بڑھ گیا ہے۔

ہمیں یہ جان لینا چاہیے کہ امریکا اور اس کی خدمت کے لیے سرگرم میڈیا اب بھی ایک نئے انداز میں پروپیگنڈا کر رہا ہے۔ طالبان کے انتباہ یا ردعمل سے یہ پروپیگنڈا کہیں زیادہ وسیع اور تیز تر ہو گا۔ قیدیوں کی رہائی اور بین الافغان مذاکرات کے سلسلے میں دشمن کے پروپیگنڈے کو اہمیت دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں صرف زمینی حقائق کی تلاش کرنی چاہیے۔ چاہے وہ طالبان کے ذریعے ہوں۔ چاہے وہ غیر جانب دارانہ گواہوں اور مصدقہ خبروں کے ذریعے ہو۔ عوام دشمن کے پروپیگنڈے پر کان نہ دھریں۔ دشمن ہمیشہ یہ کوشش کر رہا ہے کہ وہ مجاہدین کو بدنام کرنے کے لیے منفی پروپیگنڈا کرے۔ عوام کو چاہیے وہ امارت اسلامیہ کے ترجمان کے ردعمل کا انتظار کریں یا امارت کی آفیشل ویب سائٹ کا وزٹ کریں۔ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ بزدل دشمن بوکھلاہٹ کا شکار ہے۔ وہ حواس باختہ ہے، اس لیے وہ پروپیگنڈوں کا سہارا لے رہا ہے۔ قیدیوں کا معاملہ جلد حل ہونے والا ہے۔ معاہدے کے تحت تمام قیدی رہا ہو جائیں گے۔ وقتی طور پر کچھ مشکلات ضرور ہوں گی، لیکن اللہ خیر کرے گا۔ مجاہدین اور عوام کو صبر اور حوصلے کی ضرورت ہے۔ قیدیوں کی رہائی کے بعد بین الافغان مذاکرات شروع ہو جائیں گے۔ اسی طرح امریکی فوج کے مکمل انخلا اور ملک کی آزادی کے علاوہ اسلامی نظام کا نفاذ اصولی موقف ہے، جس پر کوئی سمجھوتہ نہیں کیا جائے گا۔

ہمارے، طالبان اور باشعور نوجوانوں کی ذمہ داری ہے کہ امریکا اور اس کے زیر اہتمام میڈیا کے پروپیگنڈے کو بروقت ناکارہ بنا کر عوام کے سامنے اصل حقائق پیش کریں۔ زر خرید میڈیا کے پروپیگنڈے کے خلاف عوام میں شعور اجاگر کرنے اور آگاہی پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ قوم کے سامنے اصل صورت حال پیش کرنے کے لیے بروقت خبریں شائع کریں، تاکہ لوگ بروقت سچ اور جھوٹ کی پہچان کر سکیں۔ طالبان کے فیصلے اور ردعمل ان پر چھوڑ دینے چاہییں۔ اگر ہم ذاتی رائے پیش کرنا چاہیں تو طالبان کے ساتھ براہ راست شریک کریں۔ اگر دشمن پروپیگنڈا کرے تو ہم سنی سنائی باتوں پر اعتماد کرنے کے بجائے مصدقہ معلومات حاصل کرنے تک انتظار کریں۔ جب تک طالبان کا ردعمل سامنے نہ آئے، ہم غلط افواہوں پر کان نہ دھریں۔ اگر طالبان دشمن کے پروپیگنڈے کا جواب دیں تو ہمیں چاہیے کہ اس کی خوب تشہیر کریں۔ دشمن کے پروپیگنڈے پر ہم خود اعتماد کریں اور نہ ہی عوام کو پروپیگنڈے پر اعتماد کرنے کی اجازت دیں۔

دشمن کا کوئی بھی مثبت اقدام ہمارے لیے باعث خوشی نہیں ہونا چاہیے۔ دشمن کبھی کبھار ہمیں مصروف رکھنے کے لیے مثبت خبروں کی تشہیر بھی کرتا ہے، جس میں سچ اور جھوٹ دونوں کا امکان ہوتا ہے۔ طالبان کی کامیابی پر امریکا یا دیگر مخالف حلقوں کی جانب سے اعتراف بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ ان میں سے بیشتر ان کے اپنے مقاصد کے محض محرکات ہیں۔ لہذا ہمیں مجموعی صورت حال کا جائزہ لینا ہو گا۔ فوری ردعمل ظاہر کرنے کے بجائے یقینی خبر معلوم کرنے تک انتظار کرنا چاہیے۔ اللہ تعالی ہمارا حامی و ناصر ہو۔

ہماری تحریروں کی اہمیت وضرورت

شہید زوبی

حضرت علی رضی اللہ تعالی فرماتے ہیں: 'بولو! تاکہ پہچانے جاؤ۔

بلاشبہ بولنے سے انسان کا مقام و مرتبہ صحیح معلوم ہو جاتا ہے۔ انسان آنکھوں سے دیکھتا، کانوں سے سنتا اور زبان سے چکھتا ہے۔ دل سے چاہت کرتا اور عقل کے جوہر سے اچھے اور برے کی تمیز کرتا ہے۔ پاؤں سے چلتا ہے۔ زندگی کے تقریباً تمام کام ہاتھوں سے کرتا ہے۔ ان میں ایک لکھنا بھی ہے۔ اللہ تعالی نے انسان کو بات کرنے کی استعداد دی ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ 'رحمن نے قرآن سکھایا۔' (جس کو سکھانے کا ارادہ کیا۔ اُس نے انسان کو پیدا کیا پھر اسے بیان سکھایا۔ (زبان سے دل کے مقاصد ادا کیے جاتے ہیں۔ بیان میں بولنا اور لکھنا دونوں شامل ہیں۔)

لکھے ہوئے الفاظ پڑھے جاتے ہیں اور بولے ہوئے الفاظ لکھے جاتے ہیں۔ علم کے اظہار اور اشاعت کی یہی دو راہیں سمجھی جاتی ہیں۔ علم کی حفاظت کی بھی یہی دو جگہیں ہیں۔ سینہ اور کاغذ! مخصوص لوگوں کے حافظے سے ہٹ کر عام لوگوں کو دیکھا جائے تو کاغذ سینے سے زیادہ چیزوں کو محفوظ کرتا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ وحی کے نزول کے بعد کاتبوں کو جمع فرماتے۔ انہیں وحی لکھنے کا حکم دیتے، بلکہ ہر آیت اور ہر سورۃ کا محل بھی بتاتے۔ مختلف صحابہ کرام کے پاس یہ آیتیں اور سورتیں ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے دور خلافت میں جمع کر کے ایک مصحف میں جمع کی گئیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کے دور خلافت میں دیگر نسخوں کی تیاری اور اسلامی خلافت کے دور دراز خطوں تک بھیجنا اسی مقصد کے لیے تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی احادیث لکھ کر جمع کر دی گئیں تو وہ زیادہ محفوظ ہو گئیں۔ ائمہ دین، مجتہدین اور فقہا کا امت پر احسان ہے کہ انہوں نے بہت محنت کی اور بہت محدود وسائل کے ساتھ سیرت، عقائد، اسلامی تاریخ، تفسیر اور شریعت کے تمام احکام لکھ دیے۔ جس سے یہ سب محفوظ ہو گیا۔ آسانی سے امت تک پہنچ گیا۔

زبان کے ساتھ ہاتھ بھی جسم کے وہ اعضا ہیں، جن سے بہت سے گناہ کیے جاتے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے اللہ تعالی قیامت کے دن اپنی مشیت کے مطابق مجرموں سے ان اعضا کے ذریعے ہونے والے گناہوں کے بارے میں پوچھیں گے۔ جو لوگ اپنے گناہوں کا انکار کریں گے تو ان کے اعضا اللہ کی عدالت میں بولیں گے اور اپنے گناہ گار ہونے کی گواہی دیں گے۔ اس لیے یاد رہے دیگر بہت سے گناہوں کے ساتھ غلط لکھنا بھی گناہ ہے۔ غیبت، بہتان، گالیاں، فحش باتیں، جھوٹ اور شریعت کے اصولوں اور رہنمائی کے خلاف باتیں زبان کے گناہ ہیں۔

مسیحی دنیا وسطی صدیوں تک کلیسا کے جبر کا شکار رہی۔ علمی بیان کی آزادی، تحریر، علمی ترقی اور علمی تحقیقات سب کچھ کلیسا کی جانب سے ممنوع تھا۔ اس لیے مسیحی دنیا علمی میدان میں بہت پیچھے تھی۔ جب بادشاہ اور کلیسا کا اقتدار تقسیم اور پھر علمی تحریروں کی اشاعت کے لیے وسائل ایجاد ہو گئے اور آہستہ آہستہ جدت کی ہوا چلنے لگی تو اس کے ساتھ مسیحی دنیا میں بھی تیزی سے علم پھیلنے لگا۔ مسلمان علما کی جانب سے ایجاد شدہ سائنسی، طبعی اور تکنیکی علوم سے ذہین لوگوں نے کام لیا۔ ان علوم میں سوچ و فکر اور تحقیق کی۔ یہ دنیا میں صنعتی انقلاب کا باعث بھی بنا اور روئے زمین، سمندر کی تہہ اور فضا میں اللہ تعالی کی قدرت کی نشانیوں سے پردہ اٹھانے کا باعث بھی بنا۔ اس سے وہ علمی باریکیاں اور راز بھی انسانوں کے سامنے واضح ہو گئے، جو وحی کے ذریعے انسان کو عطا کیے گئے تھے۔ اب جب لکھت پڑھت اور نشر و اشاعت کے وسائل بہت زیادہ ہیں تو تمام

اقوام کے دانش ور اپنی اقوام کو سمجھانے کے لیے ہر موضوع پر لکھ رہے ہیں۔ ہر زبان میں مذہبی، سیاسی، علمی، اجتماعی، سائنسی، طبی، تجارتی، ثقافتی، تعلیمی اور ادبی موضوعات سے لے کر کھیل اور کھانوں تک ہر موضوع پر اچھی اور کمزور تحریریں موجود ہیں۔

تاریخ کے صفحات میں تلاش کیا جائے تو ایسی تحریریں بھی ہیں، جنھوں نے پورے علم و فن کو ایک نئی راہ پر لگایا۔ ایسی تحریریں بھی ہیں، جو سیاسی اور مذہبی انقلابات کا باعث بنی ہیں۔ ایسی تحریریں بھی موجود ہیں، جو ممالک اور اقوام کی آزادی کا باعث بنی ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اگر ہم میں سے کسی کے پاس دانش اور ابلاغ کی صلاحیت ہے تو اپنی قوم کی رہنمائی کے لیے ضروری اور مفید موضوعات پر لکھنا چاہیے۔ اسی طرح جو لوگ دانش کے ساتھ لکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، ان کا لکھنا زیادہ ضروری ہے۔ دیگر لوگوں میں ایک اچھی صفت یہ بھی ہے کہ اگر ان کی سمجھ کم بھی ہو تو لوگوں تک اپنی بات پہنچانے کا احساس مضبوط ہوتا ہے۔ اس لیے نسبتاً کم سمجھ دار آدمی کی ذہانت سے بھی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں، جو سمجھ بوجھ اور ذہانت بہت اعلیٰ رکھتے ہیں، مگر کوئی اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ یہ ہماری سمجھ اور ذہانت کا قصور نہیں ہوتا، بلکہ طبیعتوں اور مزاجوں کا معاملہ ہے۔

دنیا بھر میں لوگ علم میں غافل اور بدنیت نہیں ہوتے، مگر ہم غافل بھی ہیں اور بدنیت بھی ہیں۔ ہم میں بہت کم اہل علم و دانش ایسے ہوں گے، جو دوسروں کو خصوصاً چھوٹوں کو اپنے برابر سمجھتے ہوں گے۔ ہم ہر کام سے پہلے اس کے مادی منافع سوچتے ہیں۔ ہم میں مفاد کے بغیر خدا کی مخلوق کو خیر پہنچانے کا احساس بہت کم ہے۔ ہمارے بہت سے لوگوں کے علوم ان کے ساتھ ہی سینوں میں مدفون قبروں میں چلے جاتے ہیں۔ ان کے علوم زبان و قلم سے لوگوں تک نہیں پہنچ پاتے۔ حالانکہ ہماری شریعت میں اس کی اجازت نہیں ہے۔ کتمانِ علم (یعنی علم چھپانے) پر احادیث میں بہت شدید وعید آئی ہے۔ اس لیے اپنی قوم کو خیر پہنچانے اور گمراہ لوگوں کی گمراہی سے بچانے کے لیے زبان اور قلم دونوں کا استعمال وقت کی اہم ضرورت ہے۔ جب ہم بولیں یا لکھیں تو دو باتوں کا لحاظ بہت ضروری ہے۔ اول یہ کہ اپنی قوم کو فائدہ پہنچانے کا احساس ہو۔ دوسری بات یہ کہ اچھی اور بُری باتوں کی تمیز کی گئی ہو، تاکہ نیکی برباد گناہ لازم کی کیفیت نہ بن جائے۔

زبان کے ساتھ ہاتھ بھی جسم کے وہ اعضا ہیں، جن سے بہت سے گناہ کیے جاتے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنی مشیت کے مطابق مجرموں سے ان اعضا کے ذریعے ہونے والے گناہوں کے بارے میں پوچھیں گے۔ جو لوگ اپنے گناہوں کا انکار کریں گے تو ان کے اعضا اللہ کی عدالت میں بولیں گے اور اپنے گناہ گار ہونے کی گواہی دیں گے۔ اس لیے یاد رہے دیگر بہت سے گناہوں کے ساتھ غلط لکھنا بھی گناہ ہے۔ غیبت، بہتان، گالیاں، فحش باتیں، جھوٹ اور شریعت کے اصولوں اور رہنمائی کے خلاف باتیں زبان کے گناہ ہیں۔ جب یہ باتیں ہاتھ سے لکھی جائیں تو یہ ہاتھ کے گناہ ہو جاتے ہیں۔ ہاتھ کے اس گناہ کی قباحت بہت زیادہ ہے۔ کیوں کہ تحریر بہت طویل زمانے تک اور بہت سے پڑھنے والوں کی گمراہی کا باعث بنتی ہے۔ اس لیے ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ اپنی تحریروں میں بہت احتیاط سے کام لیں۔ جائز اور ناجائز کا فرق ہمیشہ سامنے رکھیں۔ یہی جائز و ناجائز کی تمیز ایک مسلمان کی تحریر کو دوسری تحریروں سے جدا کرتی ہے۔

وحی کے علم نے انسان کے لیے جو سیاسی، اجتماعی، اخلاقی اور اقتصادی ترقی کے اصول وضع کیے ہیں، انسان کی بہتری اور ابتری اِنہی اصولوں کے مرہون منت ہے۔ انسان کی بلندی اور انحطاط کی درجہ بندی بھی انہی اصولوں کی قربت یا دوری کے باعث ہوتی ہے۔ بہت سی تحریریں ایسی ہوں گی، جو کسی کے لیے صدقہ جاریہ اور باعثِ فخر ہوں گی۔ بہت سی ایسی بھی ہوتی ہیں، جن سے انسان موت کے بعد گناہ گار بھی ہوتا رہتا ہے۔ ایسی تحریریں نسلوں کے لیے باعثِ عار بھی ہوتی ہیں۔ اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے قلم کے تقدس کا خیال رکھے۔ اپنی تحریروں میں احتیاط سے کام لے۔

دینی اور عصری طلباء امت کے جسم کے دو ہاتھ ہیں

عبدالرقیب رقیب

اپنی زندگی میں مسلمان کے دو بنیادی کام ہیں۔ دنیوی ضروریات پوری کرنا، اخروی زندگی کے لیے ذخیرہ تیار کرنا۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ ہم عبادت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں، ہماری زندگی ہمارے پاس رب کی امانت ہے۔ زندگی کے تمام معاملات احسن طریقے سے نبھانے میں ہم مکلف ہیں اور یہ بذات خود ایک عبادت ہے۔ یہ سب درست فہم اور سمجھ کے ذریعے ہی ممکن ہے، درست فہم اور سمجھ کے لیے علم ضروری ہے۔ دینی علوم سیکھنے والے کو طالب جبکہ عصری و دنیوی علوم سیکھنے والے کو سٹوڈنٹ کہا جاتا ہے۔ مسلمان ایک جسد کے مانند ہیں اور دینی اداروں کے طالب علم اور عصری دانش گاہوں کے سٹوڈنٹ اس کے دو ہاتھ ہیں، کوئی بھی شخص اپنے دونوں ہاتھوں ہی کے ذریعے کام کرتا ہے اگر اس کے دونوں ہاتھ سالم اور درست طریقے سے کام کرتے ہوں تو دیگر اعضا بھی درست ہوں گے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ ہمارا خالق صرف اللہ تعالی ہے اور اللہ تعالی ہی نے حکم دیا ہے کہ دینی و دنیوی معاملات میں مہارت حاصل کی جائے۔ کچھ کام انفرادی نوعیت کے ہیں جن کا پورا کرنا ہر شخص پر الگ فرض کیا گیا ہے، انھیں فرض عین کہا جاتا ہے جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ، ستر چھپانا، بقدر ضرورت کھانا کھانا اور دشمن کے آمنے سامنے ہونے پر ثابت قدمی اختیار کرنا وغیرہ۔

کچھ کام اجتماعی نوعیت کے ہیں، جسے انجام دینا ہر فرد کی ذمہ داری نہیں ہوتی بلکہ ایک ہی شخص یا کچھ لوگوں کے انجام دینے سے سب بری الذمہ ہو جاتے ہیں، ایسے فرائض کو فرض کفایہ کہا جاتا ہے جیسے دین کے تمام احکامات سیکھ کر اسے دوسروں تک پہنچانا، نمازہ جنازہ میں شرکت کرنا، دشمن کے خلاف ہتھیار تیار کرنا اور وہ اسباب مہیا کرنا جن پر ضروری کاموں کا دارومدار ہو۔ ان سب کاموں کا سیکھنا ضروری ہے، سیکھے بغیر انجام دینا مشکل یا پھر ادھورے ہوتے ہیں۔ ان میں کچھ کام ایسے جو صرف دینی نوعیت کے ہیں اور دینی علوم سیکھنے سے حاصل ہوتے ہیں، کچھ کام دنیوی نوعیت کے ہیں اور وہ دنیوی علوم سیکھنے سے حاصل ہوتے ہیں جبکہ کچھ کام بہ یک وقت دینی اور دنیوی رخ رکھتے ہیں۔ گویا دونوں علوم سیکھنے کے محتاج ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالی نے دینی و عصری علوم سیکھنے کا حکم فرمایا ہے۔ ذیل میں فرض کفایہ کے متعلق و تحریر کریں گے جسے ادا کرنے سے سب بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔ عصری علوم کے متعلق اللہ تعالی کا فرمان ہے "وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ" [الأنفال 60]

ترجمہ: "اور ان سے لڑنے کے لیے جو کچھ قوت سے اور صحت مند گھوڑوں سے جمع کر سکو سو تیار رکھو کہ اس سے اللہ کے دشمنوں پر اور تمھارے دشمنوں پر اور ان کے سوا دوسروں پر رعب پڑے، جنھیں تم نہیں جانتے اللہ انھیں جانتا ہے۔"

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں مسلمانوں پر وہ تمام اسباب تیار کرنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے جو دشمن کے مقابلے میں کام آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عصری علوم سیکھنا فرض قرار دیا ہے اگر اتنے مسلمان عصری علوم سیکھ لیں جو دشمن کے مقابلے میں اسباب تیار کر سکیں تو سب مسلمان بری الذمہ ہو جاتے ہیں ورنہ سب گنہ گار ہوں گے۔ اگر عصری علوم سیکھنے والے نے دشمن کے مقابلے میں ہتھیار ایجاد نہیں کیا یا کم از کم استعمال نہیں کیا تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے دینی علوم سیکھنے والے اپنے علم پر عمل نہ کرے۔

دینی علوم کے متعلق اللہ تعالی کا ارشاد ہے: وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ [سورۃ التوبة 122]

ترجمہ: "اور ٹھیک نہیں کہ ایمان دار سب کے سب جہاد کے لیے نکل جائیں، ان میں سے کچھ لوگ کیوں نہ نکلے، تاکہ وہ دین میں سمجھ حاصل کریں اور تاکہ جب اپنی قوم کی طرف لوٹیں تو انھیں ڈرائیں اس لیے کہ وہ اللہ تعالی کی نافرمانی سے بچ جائے۔"

اس آیت کا تقاضا ہے کہ ہر علاقے سے دین سیکھنے کے لیے کچھ لوگوں کا نکلنا ضروری ہے تاکہ وہ دینی علوم میں گہری مہارت پیدا کر کے لوگوں تک اسے پہنچائے، یہ ذمہ داری پوری کرنے والے کو اصطلاح میں طالب علم اور مولوی کہا جاتا ہے۔

لہٰذا یہ کہنا بجا ہے کہ دینی مدارس کے طالب علم اور عصری تعلیمی اداروں کے سٹوڈنٹ ہر ایک دوسرے کے لیے فرض کفایہ ادا کرنے میں مصروف ہیں جو بقیہ امت کے گردن سے ذمہ داری اٹھا رہے ہیں۔ طالب علم کو اس بات احساس ہونا چاہیے کہ عصری اداروں کے طلبہ نے ان کے گردن سے فرض کفایہ کی ذمہ داری اٹھار کھی ہے، اگر طالب سٹوڈنٹ کو بے گانہ سمجھ کر ان کے کام اور علوم کو اہمیت نہ دے تو دشمن کے مقابلے کے لیے اسباب تیار کرنے کی ذمہ داری انہی پر عائد ہوگی جو ظاہر ہے دینی علوم کے حصول کے ساتھ ساتھ ناممکن ہے، کیوں کہ خیر القرون کے برعکس آج کے دور میں لوگ اسلامی علوم کے خادموں کے لیے مشکلات کھڑی کرتے ہیں۔

طلبا کو یہ احساس ہونا چاہیے کہ جس طرح ایمان اور اسلام دو جدا نہ ہونے والے ارکان ہیں جن میں سے ایک دل اور دوسرا اعضا کا کام دیتا ہے اسی طرح طالب علم اور سٹوڈنٹ بھی دو ایسے کردار ہیں جن میں سے ہر ایک دوسرے کے لیے دینی و دنیوی فرائض کی بجا آوری کا کام دیتے ہیں اور ہر ایک دوسرے کا بوجھ ہلکا کر رہے ہیں۔ طالب علم کو یہ فکر دامن گیر رہنی چاہیے کہ اگر سٹوڈنٹ دشمن کے ہتھے چڑھ گیا تو گویا ان کا اسلحہ چھن گیا ہے۔

سٹوڈنٹ بھی دینی طالب علم کو بے گانہ نہ سمجھے کیوں طالب علم ہی نے انھیں دینی علوم سیکھنے جیسے مشکل فرض کفایہ کی ذمے سے فارغ کر کے خود کو اس کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ اگر سٹوڈنٹ طالب علم کے کام کو غیر اہم سمجھے تو دینی علوم سیکھنے کی ذمہ داری بھی ان پر آجائے گی، ظاہر ہے وہ سپیشلائزیشن کے اس دور میں بہ یک وقت دونوں علوم میں اختصاصی مہارت حاصل نہیں کر سکتا، اگر بالفرض مہارت حاصل کر لیں تو حاصل کردہ علم کو دوسروں تک پہنچانا بھی ایک اضافی ذمہ داری ہے اور یہ ایسی ذمہ داری ہے جس سے تادم مرگ نجات حاصل نہیں ہو سکتا۔ سٹوڈنٹ کو طالب علم کے ساتھ افغانستان کی تاریخ میں ناروا سلوک کا احساس ہونا چاہیے۔ بیت المال سے طالب علم اور سٹوڈنٹ دونوں کے لیے اسکالر شپ جاری کرنا چاہیے۔ دونوں طبقات کے ساتھ حکومتوں کے ناروا سلوک کو سامنے رکھ کر اس کے لیے فکر مندی اختیار کرنی چاہیے۔ سٹوڈنٹ کے لیے صنعت و حرفت اور مختلف قسم کی وزارتیں، اسکول، کالج اور یونی ورسٹیاں، بیرون ممالک میں ان کے لیے اعلی سیلریز کے جابز، سرکاری خزانے سے ان کی ضرورت کے مطابق نصابی و غیر نصابی کتب کی فراہمی، اساتذہ کو تنخواہیں سرکاری خزانے سے ملیں گی اور ملکی میڈیا ان کی خدمت میں مصروف عمل ہوگی لیکن دینی طالب علم اس سب سے محروم ہے۔ وہ کچی عمارت کے مدرسہ و حجرہ میں رہ کر اپنی زندگی میں مگن ہوتا ہے اور اپنی اسی حالت پر صبر بھی کرتا ہے۔

طالب علم کے خلاف دنیا کی طاقتیں ایک پیج پر ہیں اور ان کے خلاف ہتھیار کا استعمال کر رہے ہیں سٹوڈنٹ کو اس پر گہرے غور و فکر کے ساتھ سوچنا چاہیے کہ یہ سب کس نے کس کے کہنے پہ کیوں کیا؟ امت مسلمہ کے دشمنوں کی کوشش ہوتی ہے کہ امت کے ان دونوں ہاتھوں کے درمیان تفریق کر کے انھیں ایک دوسرے کے مدمقابل کھڑا کر کے ان کے درمیان دشمنی کے بیج بوئے جائیں۔ دونوں کو اس سازش کا ادراک ہونا چاہیے اور اپنے عمل سے یہ ثابت کرنا چاہیے کہ وہ ایک دوسرے جدا نہیں ہو سکتے۔ انھیں عمل سے یہ بھی ثابت کرنا چاہیے کہ وہ امت کی جسد کے دو ہاتھ ہیں جسے نہ کاٹے جا سکتے ہیں اور نا ہی ایک دوسرے لاتعلق کیے جا سکتے ہیں۔

امت کا سر قرآن مجید ہے جس میں تمام ادراک اور حواس جمع ہیں، وہی سود و زیاں کا معیار اور وہی دوست و دشمن کے درمیان تمیز بتاتا ہے۔ وہی روشنی اور تاریکی کا فرق بتلاتا ہے۔ امت کے دونوں ہاتھ وہ کام کریں گے جسے ان کا سر (قرآن مجید) بتلاتا ہے۔ ہاتھوں کو اپنی حیثیت کا احساس ہونا چاہیے۔ قرآن کی بنسبت طالب اور سٹوڈنٹ کی حیثیت سر کی بنسبت دونوں ہاتھوں کی ہے۔ ہاتھ اچھے اور برے کی تمیز نہیں کر سکتے جب تک سر (دماغ) ان کی راہنمائی نہ کرے۔ عمل کے لیے قرآن کریم دونوں ہاتھوں کی ذمہ داری بانٹ دی ہیں۔

امام محمدؒ سے پوچھا گیا کہ آپ کا دعویٰ ہے کہ قرآن مجید میں سب کچھ ہے تو بتائیے ایک بوری آٹے سے کتنی روٹیاں پک سکتی ہیں؟ امام محمد نے نان بائی سے اس بابت معلومات لیے، تو انھوں نے دوبارہ سوال کیا: میں نے آپ سے پوچھا ہے، آپ قرآن مجید کی روشنی میں اس کا جواب دے دیں۔ تو امام صاحب نے جواب دیا قرآن مجید کا حکم ہے فَسْئَلُوْٓا أَهْلَ ٱلذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر (ماہرین فن) سے پوچھ لو۔ اس بابت مجھ سے زیادہ نان بائی کو علم ہے۔

طالب اور سٹوڈنٹ کے لیے وحدت فکر و عمل لازم ہے۔ متحد ہو کر کام کرنا چاہیے، خود کو قرآن کریم سے بالاتر نہ سمجھے، اگر خدانخواستہ خود کو قرآن مجید سے بالاتر سمجھ لیا تو گویا اپنے دونوں ہاتھوں کو سر سے اوپر اٹھا لیے اور دونوں ہاتھ سر سے اوپر اٹھانا کوئی کمال نہیں بلکہ دشمن کے سامنے تسلیم ہونے کی علامت ہے۔

دوحہ معاہدہ نئی روح پھونک گئی

خالد افغان ندوی

امت مسلمہ اپنی تاریخ کے سب سے مشکل مرحلے سے گزر رہی ہے۔ پوری دنیا میں استعماری قوتوں کی سازشوں اور کٹھ پتلی حکمرانوں کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے مسلمان مغلوب اور محکوم ہیں۔ وہ دوسرے درجے کے شہری کی حیثیت سے زندگی گزار رہے ہیں۔ شام کے عوام مظلومیت کی علامت بن گئے ہیں۔ مصر کے سیسی جیسے ضمیر فروشوں نے یہودیوں کے ساتھ فلسطین پر قبضے کے معاہدوں پر دستخط کیے۔ مسلمان ہندوستان، برما اور دنیا بھر میں ہر جگہ مصائب کا شکار ہیں۔ مسلمان غم اور پریشانی کی خبریں روز روز سنتے ہیں، لیکن فتح اور خوشی کی خبر خال خال ہی سننے کو ملتی ہے۔

مظلومیت، درد اور غم کے اس عالم میں افغانستان سے امریکی انخلا کا فیصلہ اور جارحیت کے خاتمے کا تاریخی معاہدہ امت مسلمہ کے لیے باعث مسرت اور خوشی کی بات ہے۔ طویل عرصے سے خوشی کی ایسی بات نہیں سنی گئی تھی۔ اس خوش خبری نے مظلوم مسلمانوں میں ایک نئی روح پھونک دی اور انہیں حوصلہ بخشا ہے۔ غم، درد اور محکومیت کے بجائے خوشی، فتح اور کامیابی کا احساس ملا ہے۔

جس دن قطر میں معاہدے پر فریقین دستخط کر رہے تھے، میں سوشل میڈیا خاص طور پر ٹویٹر پر دنیا بھر کے مسلمانوں کے خیالات اور رد عمل جاننے کی کوشش کر رہا تھا۔ عرب دنیا عالم اسلام کا ایک بہت بڑا حصہ ہے۔ معاہدے کے دن ٹویٹر پر عرب نوجوانوں کے جذبات قابل دید تھے۔ وہ اس معاہدے پر ہر طرف سے تبصرے کر رہے تھے۔ سوشل میڈیا پر عرب نوجوان جارحیت کے خاتمے کا معاہدہ امت مسلمہ کے لیے سربلندی اور فخر کی بات سمجھتے ہیں۔ انہوں نے افغان ملت کو اسلام سے محبت، شرافت، عزت، استقلال اور بہادری کی علامت کے طور پر تسلیم کیا ہے۔ افغان قوم نے امریکا جیسے طاقت ور ملک کا غرور خاک میں ملایا ہے۔ اسے انخلا پر مجبور کر دیا ہے۔ اس دن عرب نوجوان سوشل میڈیا پر ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کے وہ الفاظ مسلسل نشر کر رہے تھے، جو 2001 میں امریکی جارحیت کے وقت ایک انٹرویو کے دوران کہے گئے تھے:

لقد وعدنا الله بالنصر , ووعدنا بوش بالهزيمة , وسنرى أي الوعدين أصدق!

اللہ نے ہمارے لیے فتح اور بش کے لیے شکست کا وعدہ کیا ہے۔ ہم دیکھیں گے کہ کون سا وعدہ سچ ثابت ہوگا!

عرب نوجوانوں نے امارت اسلامیہ کے رہنماؤں کے اسلامی لباس، بھاری پگڑی، مسنون داڑھی اور نورانی چہروں سے ان کے مضبوط ایمان اور عزم کا مشاہدہ کیا۔ افغان مجاہدین نے ہر قسم کے کٹھن حالات کا مردانہ وار مقابلہ کیا ہے۔ استعماری قوتوں کے آگے سر جھکانے کے بجائے اللہ کے وعدے پر یقین کرتے ہوئے جہاد کا فریضہ انجام دیا ہے۔ اللہ تعالی نے بھی اپنے وعدے کے مطابق انہیں سرخ رو کیا ہے۔ ان کا معرکہ کامیاب ثابت ہوا ہے۔ افغان عوام نے غلامی اور بزدلی کے بجائے امارت اسلامیہ کی قیادت میں امریکا اور نیٹو سمیت 48 ممالک کی فوج کا ایمانی قوت سے بھرپور مقابلہ کیا ہے۔ 19 برس کے اعصاب شکن معرکے کے بعد امریکا اور نیٹو کو افغانستان سے بے دخل کرنے کے معاہدے پر مجبور کر کے اپنی لازوال قربانیوں کی بدولت آزادی کا پروانہ حاصل کیا ہے، جو مغلوب اور محکوم مسلمانوں کے لیے قابل تقلید عمل ہے۔

الجزیرہ انٹرنیشنل نیوز نیٹ ورک نے سب سے مؤثر شخصیت معلوم کرنے کے لیے ٹویٹر پر سروے کا اہتمام کیا، جس کے تحت چار شخصیات میں سے کسی ایک کو ووٹ دینا تھا۔ ان میں ملا برادر اخوند، امریکی ڈیموکریٹک امیدوار جو بائیڈن، وفات پانے والے عالم دین محمد عمارہ اور مصر کے وزیر صحت ہالہ الزاید شریک تھے۔ ووٹ کے دوران ملا برادر اخوند نے چالیس فیصد سے زیادہ ووٹ حاصل کر کے نمایاں مقام حاصل کیا۔ الجزیرہ نیٹ ورک کی جانب سے انہیں 'النجم الساطع في سماء السياسة الأفغانية' (افغان سیاست کے آسمانوں میں چمکتے ہوئے ستارے) کا لقب دیا گیا۔

ظاہر ہوتا ہے مسلمانوں، خصوصاً عرب عوام نے دوحہ معاہدے کو کتنی دل چسپی سے مانیٹر کیا اور اسے مسلمانوں کے لیے اہم اور قابل فخر پیش رفت قرار دیا ہے۔ عرب دنیا کے علاوہ دیگر اسلامی ممالک میں بھی اسلامی جماعتوں کے سربراہان اور سرکردہ رہنماؤں نے اس پر مثبت خیالات کا اظہار کیا۔ ایران کے اہل سنت و جماعت کے سربراہ مولانا عبدالحمید اور پاکستان کے جید عالم دین مفتی محمد تقی عثمانی نے اس کامیابی پر افغانستان کے مجاہد عوام کو مبارک باد پیش کی اور انہوں نے اسے امت اسلامیہ کی مشترکہ کامیابی اور خوشی قرار دیا اور اس پر بھرپور مسرت کا اظہار کیا۔

جس طرح سو سال پہلے برطانوی استعمار سے افغانستان کی آزادی نے متعدد محکوم اقوام میں جذبہ حریت پیدا کیا اور عالم اسلام کو آزادی کا احساس دلایا۔ اسی طرح امریکا کے ساتھ جارحیت کے خاتمے کے معاہدے نے بھی ایک بار پھر محکوم اور مظلوم مسلمانوں کو حوصلہ دیا اور انہیں پیغام دیا کہ وہ حوصلے بلند رکھیں۔ اپنے مشن پر کاربند رہنے اور منزل مقصود تک جدوجہد کرنے سے ہی کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔ وہ دن دور نہیں کہ ہم مسلمان اپنی کھوئی ہوئی ساکھ بحال اور سابقہ عظمت دوبارہ حاصل کر کے استعماری قوتوں کے سامنے اپنی حیثیت منوائیں گے۔

حسنِ اخلاق کامیابی کا راز

احسان عامر

اسلام میں اخلاق کی اہمیت اور مقام واضح ہے۔اسلام میں اخلاق کو بہترین بنانے کی تاکید کی گئی ہے۔مزید یہ کہ اچھے اخلاق کو ہی اسلام باور کرایا گیا ہے۔اخلاق ہی وہ رحمتِ خداوندی ہے، جس سے انسان خود اور اس کے اعمال بہترین اور قابلِ رشک بن جاتے ہیں۔اخلاق سے جہاں خالقِ کائنات کی عبادت، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی بہترین اطاعت ہوتی ہے، وہیں اخلاق مخلوق کی رضامندی اور ان کی خوشنودی کا باعث بنتے ہیں۔ اللہ تعالی جب انسان کو کامیابی کے راستے سے روشناس فرماتے ہیں تو اخلاق سازی پر زور دیتے ہوئے کچھ ارشاد فرماتے ہیں:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰٓ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّن نِّسَآءٍ عَسَىٰٓ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۖ وَلَا تَلْمِزُوٓا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِٱلْأَلْقَٰبِ ۖ بِئْسَ ٱلِٱسْمُ ٱلْفُسُوقُ بَعْدَ ٱلْإِيمَٰنِ ۚ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ۔ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا ٱجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ ٱلظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ ٱلظَّنِّ إِثْمٌ ۖ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَٱتَّقُوا ٱللَّهَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ۔ (الحجرات: 11-12)

مومنو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے، ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ عورتیں عورتوں سے (تمسخر کریں)۔ ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہوں۔اور اپنے (مومن بھائی) کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کا برُا نام رکھو۔ایمان لانے کے بعد برُا نام (رکھنا) گناہ ہے۔اور جو توبہ نہ کریں، وہ ظالم ہیں۔اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو۔ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔اور کسی کی ٹوہ میں نہ لگو۔اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟اس سے تو خود تم نفرت کرتے ہو! اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

آپ ﷺ کی تعلیمات اور زندگی میں اخلاق بارے وافر ذخیرہ ملے گا۔جناب رسالت مآب ﷺ اس بابت امت کے لیے ایک بہترین نمونہ ہیں۔ربّ کریم کی ذات نے آپ ﷺ بارے فرمایا ہے:

وانک لعلی خلق عظیم۔

اور اخلاق تمہارے بہت (عالی) ہیں۔

ایک دیہاتی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم ﷺ کے اخلاق بارے استفسار کیا تو حضرت علی نے پوچھا کہ آپ کو گنتی آتی ہے؟ دیہاتی نے جواب دیا کہ 'جی ہاں'! حضرت علی نے فرمایا کہ دنیا کا تمام مال ومتاع شمار کرو۔ دیہاتی نے عرض کیا کہ اتنی چیزیں گننا کیسے ممکن ہے؟! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ 'تم اس چیز (یعنی دنیوی سامان) کے گننے سے عاجز ہو، جسے اللہ رب العزت نے 'متاعِ قلیل' فرمایا ہے اور مجھ سے اس چیز کی گننے کی فرمائش کرتے ہو، جسے رب العزت نے 'خلق عظیم' قرار دیا ہے۔رسول ﷺ اور شریعت کی نگاہ میں اخلاق کی اس قدر اہمیت ہے کہ حضرت رسالت مآب ﷺ اپنی بعثت کا بنیادی مقصد ہی اخلاق کی تکمیل بتاتے ہیں۔آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔

میری بعثت اسی لیے ہوئی ہے کہ میں اخلاقیات کی کمی بیشی پوری کروں۔

جنابِ رسول اللہ ﷺ سے کسی نے 'بہترین مسلمان' بارے سوال کیا تو فرمایا: احسنھم اخلاقاً۔

وہ مسلمان سب سے بہترین ہے، جس کے اخلاق سب سے بہترین ہوں۔

رسول اللہ ﷺ اس بارے مزید ارشاد فرماتے ہیں:

ان من احبکم واقربکم منی مجلسایوم القیامۃ احاسنکم

اخلاقاً۔

قیامت کے دن تم میں میرے سب سے زیادہ قرب اور میری محبت کا مستحق وہ شخص ہے، جس کے اخلاق بہتر ہوں۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے:

مامن شیئ اثقل فی میزان العبد المؤمن یوم القیامۃ من حسن الخلق۔ وان اللہ یبغض الفاحش البذی۔(ترمذی)

قیامت کے دن ایک بندہ مومن کے لیے اخلاق سے زیادہ کوئی چیز اس کے اعمال نامہ کے لیے بھاری نہ ہو گی۔ اللہ تعالی بے ہودہ اور بے حیا کو ناپسند کرتے ہیں۔

اخلاق ایک چراغ ہے۔ ہر ملت، ہر ثقافت، ہر چھوٹے اور بڑے آدمی کو یکساں طور پر اس کی ضرورت ہے۔ دنیا کی ہر قوم اخلاق کے جمال و کمال کی معترف ہے۔ اخلاق معاشرے کے لیے روح کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس معاشرے میں اخلاق کا فقدان ہو، وہ بے جان معاشرہ تصور کیا جاتا ہے۔ مجاہد ہو یا داعی۔ اسے اخلاق کی ابتدا خود سے اور اپنی فیملی سے کرنا چاہیے۔ تاکہ دیگر افراد اس پر نکتہ چینی کرنے کے بجائے اس کو نمونہ عمل سمجھیں۔ ظاہر بات ہے جس کے دامن میں اخلاق کا ذخیرہ نہ ہو، اُس سے بڑھ کر غریب شخص کوئی نہیں ہے۔ جس طرح بناوٹی سنگار دیکھنے والے کی توجہ اپنے جانبِ کھینچ سکتا ہے، اسی طرح اچھے اخلاق دلوں کو بھی اپنی طرف مائل کر لیتے ہیں۔ اخلاق کی مثال اس خوش بو کی طرح ہے، جو کچھ بھی بولے بغیر اپنا آپ منوا لیتی ہے۔

ایک ملک جتنے وسائل سے مالا مال ہو، اس کے آلات کا دنیا میں کتنا ہی شور ہو، البتہ اگر وہ اخلاقی قوت سے عاری ہو تو اس دوران وہ اپنے وسائل سے جتنے بھی ملک فتح کر لے، اگر اُس کے پاس اچھے اخلاق نہیں ہیں تو وہ اُس مقبوضہ خطے میں اپنا نظریہ جما نہیں سکے گا۔ البتہ وہ معاشرہ یا نظریہ جس کی بنیاد اخلاق پر قائم ہو، وہ بغیر کسی بھاری خرچ اور قوت کے جلد ہی اپنا دیرپا نظریہ قائم کر لے گا۔

اخلاق ایک روشن مستقبل کی ضمانت ہے۔ اخلاق وہ عظیم سرمایہ ہے، جسے نہ کوئی چوری کر سکتا ہے اور نہ ہی وہ خرچ کرنے سے ختم ہوتا ہے۔ اخلاق کا استعمال انسان کو مزید نکھار دیتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی دل چسپ ہے کہ بااخلاق بننے کے لیے زیادہ تگ و دو بھی نہیں کرنا پڑتی۔ بااخلاق بننا ہر چیز کے حصول کی نسبت بہت آسان ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی نے اخلاق بارے پوچھا تو فرمایا:

حسن الخلق امر ہین، وجہ بشوش وکلام لیّن۔

اخلاق بہت ہی معمولی کام ہے۔ ہنستا مسکراتا چہرہ اور نرم گوئی... حضرت حسن بصری رحمہ اللہ اخلاق کو آسان انداز میں متعارف کراتے ہیں: 'خندہ پیشانی، جود و سخا اور کسی کو دکھ نہ پہنچانے کا نام اخلاق ہے۔'

ہمیں جس طرح اپنی اور اولاد کی دینی و معاشرتی تربیت اور اچھے طعام و لباس کی فکر ہوتی ہے، اسی طرح ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اپنی نسل کے دنیوی اور اخروی منافع کی فکر کریں۔ ان کے سامنے جنت کے رستے نمایاں کریں۔ اُنہیں شیطان اور کفار کی دسیسہ کاریوں اور مکر و فریب سے بچا کے رکھیں۔ موجودہ دور میں مسلمان دنیا کے جس خطے میں بھی ہیں، اُنہیں مغربی تہذیب کا سامنا ہے۔ مغرب چاہتا ہے کہ وہ مسلمان کو مادی اور روحانی طور پر اپنا غلام بنا لے۔ وہ اس کے لیے اپنے تمام وسائل بروئے کار لا رہا ہے۔ اس کی کوشش ہے کہ کسی بھی قیمت اور وقت میں مغرب کو کام کرنا ہی ہے۔ یہی وجہ ہے مغربی دنیا مسلح جدوجہد کے ساتھ فکری جنگ کے میدان میں بھی موجود ہے۔ چناں چہ انہوں نے اس غرض کے لیے میڈیا اور بے ضمیر لوگوں کو استعمال کیا ہے۔

اب مغربی دنیا اس نتیجے پر پہنچ چکی ہے کہ جب تک مسلمان اپنے نبی ﷺ کی سیرت پر عمل کرتی رہے گی، تب تک اُن پر کفار کی تہذیب مسلط نہیں کی جا سکتی۔ مغرب نے اسی لیے فکری ارتداد پر اپنا زور خرچ کیا ہے۔ اس کی نظر میں تو فی الوقت یہی ایک کام ہے، جسے انجام تک پہنچانا از حد ناگزیر ہے۔ مغرب اپنے خوش نما نعروں اور نام نہاد انسانیت کے نام پر ہمارے دلوں اور ذہنوں سے اسلام کو نکال کر اپنی تہذیب ڈال رہا ہے۔ اللہ نہ کرے کہ فتنوں کے اس دور اور فکری استعمار کی اس زہر آلود فضا میں ہم نے مسلم قوم کی فکری ترتیب میں کوئی غفلت برتی تو یہ ہمارے لیے خودکشی کے مترادف ہو گی۔ ہمیں اس کی سزا صدیوں تک بھگتنا پڑے گی۔ اس لیے ہر داعی اور مجاہد کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر حال میں اس جانب توجہ دے۔ اللہ تعالی ہماری نفاق، سخت دلی اور بُرے اخلاق سے حفاظت فرمائے۔ آمین

کرونا وائرس اور بے بس دنیا

حسن زوبی

اللہ تعالی کی چھوٹی سی مخلوق 'کرونا وائرس' آنکھوں سے دیکھی نہیں جاسکتی۔ اس نے بہت کم دنوں میں پوری دنیا ہلا کر رکھ دی ہے۔ اس وائرس اور انسانی دنیا کے درمیان جنگ جاری ہے۔ اس جنگ میں نظر نہ آنے والا یہ وائرس انسان پر کب حملہ آور ہو گا، کچھ پتا نہیں ہے۔ انسان کو تب پتا چلتا ہے، جب یہ حملہ کر کے انسان کو موت کے منہ میں پہنچا دیتا ہے۔ اس کے اثرات پھیپھڑوں اور سانس کی تنگی کی صورت ظاہر ہوتے ہیں۔ وائرس اور انسان کی اس جنگ میں وائرس حملہ آور ہے، جب کہ انسان صرف دفاعی پوزیشن پر ہے۔ جب کہ انسان کا دفاع بھی تقریباً مکمل نہیں ہے۔ انسان وائرس سے ڈر کر گھر بیٹھ گیا ہے۔ یہ ایسا دشمن نہیں ہے، جو گھر بیٹھ جانے پر انسان کی جان بخش دے۔ یہ ہر شخص کے دروازے پر موت بن کر کھڑا ہے۔

اس چھوٹی سی مخلوق نے تمام انسانوں کو گھروں میں قید کر دیا ہے۔ عقل کے بہت سے دعوے دار انکار کرتے تھے کہ اللہ تعالی نے نمرود کو مچھر سے ہلاک کیا۔ اللہ تعالی نے دکھا دیا کہ میرے لشکر مجھے معلوم ہیں۔ میں مچھر سے بھی زیادہ چھوٹی مخلوق سے لوگوں کو ہلاک کر سکتا ہوں۔ کرونا وائرس چھوٹی سی مخلوق ہے۔ اتنی چھوٹی مخلوق کہ مائیکروسکوپ کے ذریعے اسے کئی ہزار گنا بڑا کیا جاتا ہے، یہ تب نظر آتی ہے۔ اس چھوٹی سی مخلوق نے بڑے ممالک اور بڑی طاقتوں کو شکست دی ہے۔ انہیں ایسا عاجز کر دیا ہے کہ ایسی شکست اور بے بسی کبھی وہم و گمان میں بھی نہیں رہی ہو گی۔ اس وائرس نے چین کے بعد یورپ کو موت کے منہ میں دھکیل دیا ہے۔ اٹلی، فرانس، ہسپانیہ اور برطانیہ جیسے انتہائی ترقی یافتہ، خطرات سے محفوظ اور صحت کے وسائل سے مکمل لیس ممالک اس میں گھرے ہوئے ہیں۔ عام و خاص کے فرق کے بغیر مرنے والے افراد کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ مغرب کے ان انتہائی ترقی یافتہ ممالک کی جانب سے بیماری کی روک تھام کے لیے کوئی قابل ذکر اقدام نہیں کیا گیا۔

حکومتوں کا سب سے کامیاب اقدام تمام شہریوں کو گھروں میں قید کر دینا سمجھا گیا ہے۔ اگر حالت یہی رہے تو ایک بڑا انسانی المیہ جنم لے گا۔ اس وائرس نے 190 سے زیادہ ممالک کو متاثر کیا ہے۔ بہت سے ممالک کا نظام انتہائی مفلوج ہو کر رہ گیا ہے۔ انسانی تاریخ میں ایسی کوئی وبا نہیں آئی ہو گی، جس نے اتنے بڑے پیمانے پر پھیل کر لوگوں کو گھروں میں محصور کر دیا ہو۔ دنیا حیران ہے کہ زمین، فضا اور سمندروں کی تسخیر کے دعوے دار لوگ ایک چھوٹے سے وائرس کے مقابلے میں بے بس ہیں۔ وہائٹ ہاؤس، واشنگٹن اور نیویارک گھبرائے ہوئے ہیں۔ پینٹاگون کے ترقی یافتہ اسلحہ اس وائرس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ راتوں میں حملہ کرنے والے اور بلیک ہاک ہیلی کاپٹروں سے افغان خواتین، بچوں اور جانوروں کو مارنے والے امریکی وحشی فوجی چھوٹے سے وائرس کے خوف سے اپنے مراکز سے باہر نکلنے کا نام نہیں لے رہے۔

تجارت، برآمدات و درآمدات سب بند ہے۔ فضائی اور زمینی سرحدیں بند ہیں۔ دنیا کے مشہور اور رنگ و روشنی سے بھرے ہوئے شہر خاموش ہیں۔ شاہراہیں اور گلیاں ویران ہیں۔ ان ممالک نے ووہان میں اس بیماری کے پھیلنے کے وقت چین کو تنہا چھوڑ دیا تھا۔ کتنا اچھا ہوتا کہ تب دنیا مل کر چین کی مدد کرتی، تاکہ کم ہی دنوں میں ووہان میں ہی اس وائرس کا خاتمہ کر دیا جاتا۔ ہارورڈ یونی ورسٹی کے پروفیسر مارک لیپ اسٹیچ کا کہنا ہے کہ چین کے ساتھ تعاون نہ کر کے دنیا بھر کے حکمرانوں کی نااہلی ہے۔ اس کا بڑا نقصان اب قومیں بھگت رہی ہیں۔ دنیا سوال کر رہی ہے کہ امریکا سمیت بڑی طاقتوں کی کا غرور اور تکبر کہاں چلا ہے؟ ترقی اور تسخیرِ کائنات کے

دعوے کہاں ہیں؟ جو کہا جاتا تھا کہ ہم دنیا کی ہر طاقت کو شکست دے سکتے ہیں، اب ایک چھوٹے سے وائرس کے سامنے بے بس کیوں ہیں؟

'میرا جسم میری مرضی' کا نعرہ لگا کر شرعی پردے اور خواتین کی عفت و عصمت کے شرعی احکام پر ہنس رہی تھیں، اب کہاں ہیں؟ اب انہوں نے سر اور چہرے سمیت سارا جسم چھپایا ہوا ہے؟ زمانے کے نمرود اس بیماری کو محض ایک اتفاقی اور طبعی آفت قرار دیتے ہوں گے۔ وہ اسے نہ عذابِ الٰہی نہیں سمجھتے۔ کیوں کہ ان کی عیاشی سے بھرپور زندگی، مادی وسائل اور ان سے فائدہ اٹھانا ان کی زندگی کا اصل مقصد ہے۔ یہ لوگ انسان کی پیدائش کو محض ایک حادثہ قرار دیتے ہیں۔ جس کی زندگی کا مقصد عیاشی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ جب انسان اپنی حدود پار کرتا ہے تو عذاب آتے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی انسانوں نے مادی طاقت کے غرور کے باعث خدائی کا دعویٰ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ایسے نمرودوں کو اپنی چھوٹی سی مخلوق سے عذاب دیا ہے۔ آج بھی دنیا میں بہت سے نمرود ہیں۔ انہیں اپنی مادی طاقت پر غرور ہے۔ وہ خدا کی طاقت کے منکر ہیں۔ اللہ کے کمزور بندوں پر ان کے مظالم انتہا کو پہنچ گئے ہیں۔ ان کی بغاوت تمام حدیں پار کر چکی تو اللہ تعالیٰ نے ایک چھوٹی سے تنبیہ کر دی ہے۔

ہم شریعت کے مطابق اس بیماری کو سبب کے درجے میں مانتے ہیں۔ جیسے 'فر من المجذوم فرارک من الاسد' یعنی جذام کے مرض میں مبتلا شخص سے ایسے بھاگو، جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اسے سبب کے طور پر تسلیم کیا جائے۔ ہم اسے علتِ تام قرار نہیں دیتے۔ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ 'لاعدوی ولاطیرۃ ولاھامۃ ولا صفر' یعنی ضرور بالضرور اور وبائی بیماریوں کی منتقلی نہیں ہے۔ بدفالی نہیں ہے۔ بلا نہیں ہے۔ اور صفر (کا مہینا) کوئی بدبختی نہیں ہے۔ ہم مسبب الاسباب اللہ تعالیٰ کو سمجھتے ہیں۔ یعنی اس بیماری میں مبتلا شخص کا دوسرے تندرست لوگوں کے ساتھ مل بیٹھنا تندرست لوگوں کی بیماری کا سبب بن سکتا ہے، مگر اس میں سبب بننے کی صلاحیت اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ تندرست لوگوں کو بیمار کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ بیماری سے محفوظ رکھنا چاہے تو محفوظ کر سکتا ہے۔ مریض کے ساتھ مل بیٹھنا اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ ہمارے شرعی اصولوں کے مطابق دنیا دارالاسباب ہے۔ شرعی مقاصد اور مطالب کے لیے اسباب کا اختیار اور اس سے استفادہ شرعی رہنمائی ہے۔ ہمیں اسباب ترک سے منع کیا گیا ہے۔ اس لیے ماہرینِ صحت اس بیماری سے تحفظ کے لیے جو احتیاطی تدابیر بتاتے ہیں، اسلامی ممالک کی حکومتوں پر لازم ہے کہ انہیں نافذ کر دیں۔ لوگوں کی شرعی ذمہ داری ہے کہ ان شریعت کے مطابق تدابیر کا لحاظ کریں۔ شریعت کی رہنمائی یہ ہے کہ جس جگہ طاعون پھیلا ہو، وہاں سے لوگ دوسری جگہ نہ جائیں۔ جو لوگ اس سے محفوظ ہوں، وہ طاعون والی جگہ میں نہ جائیں۔ تمام علما کا اس پر اتفاق ہے کہ طاعون جیسی کسی بھی بیماری کا یہی حکم ہے۔

کرونا بھی طاعون کی طرح وبائی بیماری ہے۔ اس کا حکم بھی وہی ہے، جو طاعون کا ہے۔ اس لیے ہم مکلف ہیں کہ شریعت کے اصولوں کے مطابق طب کے مستند ماہرین کی جانب سے جاری ہدایات کا لحاظ کریں۔ ہمارا بھروسا اللہ کی ذات پر ہو گا۔ اسباب میں تاثیر اسی کی جانب سے ہے۔ یہی توکل کا معنی و مفہوم ہے۔ اسباب چھوڑنا توکل نہیں ہے۔ اسباب سے جو نتائج ملتے ہیں، ان کو اللہ پر چھوڑنا توکل ہے۔ پیغمبر ﷺ نے اپنے صحابی سے فرمایا کہ 'اعقل و توکل' اونٹ کا پاؤں باندھو اور پھر توکل کرو۔

اس لیے ذمہ دار اور شریعت سے باخبر مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ حالیہ وبا میں افراط و تفریط سے دور رہیں۔ کوئی اس مرض کا انکار نہ کرے اور بے احتیاطی سے کام نہ لے۔ کسی کو اجازت نہ دی جائے کہ سب کچھ ہی اسباب کے ساتھ باندھ دے اور اللہ کی ذات سے اس کا یقین ہی اٹھ جائے۔ یقین کی کمزوری سے انسان شدید خوف کا شکار ہو جاتا ہے۔ یہی خوف انسان کی دفاعی قوت کو متاثر کرتا ہے۔ جو انسان کی موت کا سبب بن جاتا ہے۔ زندہ وہی لوگ رہیں گے، جو احتیاطی تدابیر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات پر مضبوط یقین رکھیں گے۔

طالبان کی جدوجہد کا سبق

سعد کوازی

روم اور فارس کے مابین 700 سال کے عرصے میں ہزار سے زیادہ جنگیں ہوئیں۔ دونوں میں سے کسی کو بڑی کامیابی نہ مل سکی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ ننگے پیر خستہ حال لشکر لے کر گئے۔ان کا اللہ تعالی پر سچا ایمان تھا۔ انہوں نے فارس کو 15 اور روم کو 9 جنگوں میں شکست دی۔ چار سالوں میں دونوں پر فتح پا لی۔ 12 ہجری میں ان دونوں استعماری طاقتوں نے 2 لاکھ جنگجوؤں کا اتحادی لشکر تشکیل دیا۔ان کو بھی صرف 15 ہزار مسلمانوں نے شکست دے دی۔

امریکا 20 سال قبل ایک طاقت ملک تھا۔ چین، روس اور برطانیہ سمیت تمام دنیا اس کے حکم کی تابع تھی۔جب کہ افغان فوج اور طالبان مخالفین تو وہ لوگ تھے، جنہوں نے امریکی یلغار کا استقبال کیا اور وہ امریکی اتحاد کا حصہ بن گئے۔امریکا نے طالبان پر جارحیت کی اور پروپیگنڈے کے زور پر یہاں کا نظام درہم برہم کر دیا۔ امریکا کو بیس سال کی اس قدر طویل جنگ کے باوجود کچھ حاصل نہیں ہوا۔ اس جنگ میں امریکا کو مالی و جانی نقصان پہنچا۔اس کا عالمی بھرم بھی ٹوٹ گیا۔امریکا کی ساکھ کو عالمی سطح پر شدید نقصان پہنچا۔

طالبان کا اقتصادی اور عسکری نظم و ضبط بہت کمزور تھا۔امریکی جارحیت کے بعد یہ سب بھی ختم ہوگیا۔ صرف اللہ تعالی کی ذات کا بھروسا، چند پہاڑ اور وہ لوگ طالبان کے ساتھ تھے، جنہوں نے طالبان حکومت میں کچھ عرصہ سکون کی زندگی گزاری تھی۔ طالبان نے انہیں تین چیزوں کی بنیاد پر جنگ شروع کی اور اللہ کی نصرت سے آہستہ آہستہ وہ میدان میں کھڑے ہوگئے۔ آج نتیجہ یہ ہے موجودہ دنیا کا صلیبی استعمار شکست کھا چکا ہے۔ وہ طالبان کی شرائط پر مذاکرات پر مجبور ہوا۔ طالبان نے اپنے مضبوط موقف کے ساتھ افغان عوام کی نمائندگی کی اور وہ افغانستان کی امید بن گئے ہیں۔طالبان نے امریکا کو بہت کم وسائل سے شکست دی ہے۔ امریکا اور طالبان کے درمیان افغانستان سے جارحیت کے خاتمے کے لیے طویل عرصے سے کام ہو رہا تھا۔ 29 فروری 2020 کو دوحہ میں 30 ممالک کے اعلی حکام کی موجودگی میں معاہدے پر دستخط ہوئے۔اس تقریب میں بہت سی عالمی تنظیموں کے نمائندے شریک تھے۔دنیا بھر کے ممالک نے معاہدے کا پرجوش خیر مقدم کیا گیا۔افغان عوام نے معاہدے کو بہت بڑی کامیابی قرار دیا۔

افغانستان سے امن کا خاتمہ سوویت یونین نے کیا تھا۔روس کی شکست سے امید تھی کہ افغانستان دوبارہ پُرامن ہو جائے گا، مگر اقتدار کے لالچی افراد نے یہ امید پوری نہیں ہونے دی۔ بعدازاں مرحوم ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی کوششوں سے طالبان تحریک سامنے آئی۔ جس سے امن کے بُجھے دِیے پھر سے روشن ہونے لگے۔ چناں چہ طالبان نے افغانستان کے ایک بڑے رقبے پر امن اور اسلامی نظام قائم کر کے دکھا دیا۔ البتہ اس بار ہماری پرامن زندگی امریکا کو برداشت نہیں ہو سکی۔ باوجود یہ کہ روس کے خلاف آزادی کے حصول اور امن کے قیام کے لیے امریکا نے افغان مجاہدین کی کسی حد تک مدد کی تھی۔ چناں چہ امریکا نے 2001 میں افغانستان پر جارحیت کر دی۔ اُس نے طالبان کی پرامن حل کی پیش کش قبول نہ کی۔ لہذا وہ جنگ آج تک جاری ہے۔ 29

فروری کا معاہدہ چالیس سالہ لڑائی کے خاتمے، گم شدہ امن اور خوش حالی کی بازیافت کے لیے ہے۔ یہ نئے افغانستان کی سدابہار ترقی کے لیے بہترین موقع ہے۔

طالبان کے خلاف دنیا کے 49 ممالک کے براہ راست عسکری حملے کے باوجود امریکا اپنی تاریخ کی طویل ترین جنگ میں شکست کھا گیا ہے۔ 29 فروری کا معاہدہ ایسی حقیقت ہے، جس کا سوچنا بھی بش، اوباما اور ٹرمپ کے لیے ناممکن اور پاگل پن تھا۔ زمان و مکان کے ایک خاص مرحلے کو دیکھیں تو یہ معاہدہ ایک تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔ ایسے دور میں کہ افغانستان، کشمیر، بھارت، فلسطین، برما، یمن، شام، عراق، مصر، لیبیا، چین اور کچھ مغربی ممالک میں مسلمان اقلیتوں سمیت اسلامی دنیا پر مختلف ناموں سے شدید مظالم ڈھائے جا رہے ہیں۔ انہیں تشدد اور فکری و ثقافتی جارحیت کا سامنا ہے۔ جب کہ افغانستان جغرافیائی اعتبار سے قدرتی ذخائر، بہترین موسموں اور آب وہوا سے مالامال ملک ہے۔ افغانستان فکر و عقیدے کے اعتبار سے بھی خاص اہمیت رکھتا ہے۔ انہی خصوصیات کی وجہ سے ہر دور کا استعمار یہاں ضرور طبع آزمائی کرتا ہے۔ اس کے بغیر وہ اپنی استعماری حیثیت کو ادھورا سمجھتا ہے۔ وہ اس کے لیے ہر طرح کا مالی و جانی نقصان اٹھاتا ہے۔

جب کہ افغانستان ایسے استعماری عزائم کے حامل لوگوں کے لیے قبرستان ثابت ہوا ہے۔ آج امریکا افغانستان کے خلاف بیس سال تک خونریز جنگ لڑنے کے بعد شکست کھا کر ہتھیار ڈال رہا ہے۔ افغانوں کی یہ فتح دنیا بھر کے مسلمانوں کو جہاد کا سبق یاد کراتی ہے۔ طالبان کی یہ فتح واضح کرتی ہے کہ اگر مسلمان عزت سے جینا چاہتے ہیں تو وہ جہاد کا فریضہ ہرگز مت چھوڑیں۔ ورنہ یہ کافر بھوکوں کی طرح مسلمانوں اور اُن کی دولت کو کھا جائیں گے۔ طالبان کے جہاد نے دنیا کو بتا دیا ہے کہ در حقیقت دہشت گرد خود غیر مسلم ہیں۔ کفار مسلمانوں اپنے مفادات کے لیے خطرہ سمجھتے ہیں۔ جب تک مسلمان کفار کے سامنے جھکے رہیں گے اور اُن کی امداد کی بھیک کھاتے رہیں گے، تب تک اِنہیں دہشت گرد کہا جاتا رہے گا۔

طالبان سے ایک سبق یہ بھی ملتا ہے کہ مسلمان جب تک ٹکڑوں میں تقسیم رہیں گے، تب تک وہ اپنے دشمنوں کے خلاف فتح یاب نہیں ہو سکتے۔ کیوں کہ کفار کا سب سے مؤثر ہتھیار ہی مسلمانوں کو تقسیم کرنا ہے۔ جس سے کفار کو مسلمانوں کو شکار کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ طالبان نے دکھایا ہے کہ وہ سب باہم کیسے متحد ہیں۔ مجاہدین اپنی قیادت پر مکمل اعتماد کرتے ہیں۔ وہ اپنی قیادت کے بغیر ایک قدم بھی نہیں اٹھاتے۔ طالبان کی جدوجہد سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ جب تک مسلمان خود اپنے لیے مخلص قیادت تلاش نہیں کرتے، اُن کے حالات اسی طرح دگرگوں رہیں گے۔ غیر مخلص اور مفاد پرست لوگ مسلمانوں کو فروخت کرتے رہیں گے۔

اب یہ واضح ہے کہ طالبان نے اپنے جہاد کے ذریعے امریکا کا غرور خاک میں ملا دیا ہے۔ دنیا بھر سے امریکی رعب ودبدبے کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ بیس سال پہلے حالت یہ تھی کہ اگر کوئی ملک امریکا کا اتحادی نہ بنتا تو اسے بھی طالبان کا حامی اور دہشت گرد قرار دیا جاتا۔ جب پوری دنیا مل کر امریکا کی اتحادی بن گئی تو یہ اس لحاظ سے بھی مفید ثابت ہوا کہ طالبان کے ساتھ کوئی بھی نہیں کھڑا ہوا۔ جس سے یہ واضح ہو گیا کہ جو لوگ طالبان کی جدوجہد سے یہ ثابت کرنے کی کوشش میں رہتے تھے کہ 'طالبان ہمارے آدمی ہیں۔ وہ ہمارے ماتحت امریکا کے خلاف لڑ رہے ہیں۔' اس سے اُن کے جھوٹ کا ڈھول بیچ چوراہے میں پھٹ گیا۔ کیوں کہ ایسے دعوے کرنے والے خود امریکا کی گود میں بیٹھ گئے تھے۔

امارت اسلامیہ ایک روشن ستارہ

محمد فاتح

افغانستان پر امریکی حملے سے لے کر اب تک کے حالات یہ ہیں کہ امارت اسلامیہ نے جس تحمل اور سیاسی بصیرت کا مظاہرہ کیا ہے، عصر حاضر میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ امارت اسلامیہ نے اسلام کی سربلندی اور طاغوت کی شکست کے لیے وہ تاریخی معرکے رقم کیے، جن کا دشمن بھی اعتراف کرتا ہے۔ امارت کی سیاسی کامیابیوں میں یہ بھی عظیم کارنامہ ہے کہ ایک امریکی فوجی کے بدلے گوانتاناموبے جیل سے اپنے پانچ بڑے قیدیوں کو رہائی دلائی۔ امارت اسلامیہ کے سیاسی وفد کے روس، قطر، پاکستان، چائنہ، ایران اور ازبکستان کے دوروں سے یہ بات واضح ہے کہ امارت پڑوسی ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات کے ساتھ سیاسی، تجارتی، امن وامان کی صورت حال پر قابو پانے اور دیگر شعبوں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعامل کی طاقت رکھتی ہے۔ 29 فروری کو ہونے والا معاہدہ افغان قوم اور افغانستان کے مستقبل کی کامیابی ہے۔ یہ معاہدہ براعظم ایشیاء کے لیے وقت کی اہم ضرورت ہے۔ جب کہ امارت اسلامیہ بین الافغان مذاکرات کے لیے طے شدہ فارمولے کے مطابق سرگرم عمل ہے۔ وہ قیدیوں کی رہائی کے ساتھ اسلامی نظام حکومت کے قیام کے نظام کے لیے کامیاب ہو رہی ہے۔

2001 سے اب تک امارت اسلامیہ کے خلاف اندرونی وبیرونی دشمن نے جس طرح کا پروپیگنڈا کیا اور امارت اسلامیہ نے ان پروپیگنڈوں سے نکل کر جس طرح خود کو بین الاقوامی طور پر منوایا ہے، اس سے امارت اسلامیہ کے وقار میں اضافہ ہوا ہے۔ امارت اسلامیہ کے خلاف شروع دن سے پروپیگنڈا کیا گیا کہ یہ صرف جنگ پر یقین رکھتی ہے۔ حالانکہ 2014 میں سیاسی دفتر کے قیام کا مقصد ہی مذاکرات کے لیے راہ ہموار کرنا تھا۔ مذاکرات کی مخالف کابل انتظامیہ نے تب اس دفتر کے قیام کی نامعقول وجوہ سے مخالفت کی۔ اس کا مقصد امن کے اس سفر میں رکاوٹ ڈالنا تھا۔

اشرف غنی نے انتخابی مہم میں بھی اعلان کیا تھا کہ 'ہم غیر ملکی فورسز کے انخلا کی مخالفت کریں گے۔' امر اللہ صالح نے بارہا یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ غیر ملکی افواج کا افغانستان میں قیام ملکی مفادات کے عین مطابق ہے۔ تاہم امارت اسلامیہ نے اپنی امن پسند کوششوں سے یہ ثابت کر دیا کہ ہمیں قطر دفتر کے مقصدِ قیام میں کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ معاہدے کے تقریب سے قبل امارت اسلامیہ اور امریکا کے مابین دس روزہ جنگ بندی کا فیصلہ ہوا۔ تمام مجاہدین نے امارت اسلامیہ کے ایک حکم پر کارروائیاں روک دیں۔ دشمن نے تب بھی پروپیگنڈا کیا۔ دوسری تنظیموں کی کارروائیوں کو امارت اسلامیہ کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کی گئی۔ تاہم اس میدان میں بھی امارت اسلامیہ نے معاہدے کی پاس داری کا ثبوت دیتے ہوئے ان پروپیگنڈوں کو بے نقاب کیا اور ثابت کیا کہ امارت اسلامیہ معاہدے کی پابندی کو اپنا فرض سمجھتی ہے۔

معاہدے کی رو سے کابل انتظامیہ کے ساتھ بین الافغان مذاکرات کی بنیادی شرط 10 مارچ تک کابل انتظامیہ کی طرف سے امارت کے پانچ ہزار اور امارت اسلامیہ کی طرف سے کابل انتظامیہ کے ایک ہزار قیدیوں کی رہائی تھی۔ باوجود یہ کہ زلمے خلیل زاد نے معاہدے کا مسودہ اشرف غنی کے حوالے کر

کے تمام نکات پر اتفاق بھی کیا تھا۔ جب کہ اشرف غنی نے معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے قیدیوں کی رہائی سے انکار کر دیا۔ جس کی وجہ سے بین الافغان مذاکرات تاخیر کا شکار رہے۔ اشرف غنی نے صدارتی تقریب سے خطاب کے دوران قیدیوں کی رہائی پر آمادگی کا اظہار کرتے ہوئے شروع میں 100 قیدی رہا کرنے کا عندیہ دیا۔ امارت اسلامیہ نے ان تمام مشکلات کے باوجود صرف امن کی خاطر قیدیوں کی رہائی کے اِس عمل پر بھی بات چیت کے لیے آمادگی ظاہر کردی۔

کابل انتظامیہ نے نہایت عیاری سے قیدیوں کی رہائی کے لیے اقدامات شروع کیے اور قوم کو بظاہر دکھایا کہ ہم قیدی رہا کر رہے ہیں، جب کہ حقیقت یہ تھی کہ کابل انتظامیہ اس میں بھی دھوکہ دہی کرنے کی کوشش میں مصروف تھی۔ امریکا اور کابل انتظامیہ کو امارت اسلامیہ کی جانب سے پانچ ہزار قیدیوں کی لسٹ دی گئی تھی۔ کابل انتظامیہ نے اس لسٹ کے برعکس دوسری تنظیموں کی قیدی رہا کر کے اُنہیں اسے امارت اسلامیہ کے قیدی ظاہر کیا۔ امارت اسلامیہ نے اس دھوکہ دہی کو بروقت بھانپ لیا اور کابل انتظامیہ کے اس عمل کو مسترد کرتے ہوئے واضح کیا کہ ہم اُنہی قیدیوں کی رہائی سے اتفاق کریں گے، جن کا ریکارڈ ہماری لسٹ میں دیا گیا ہے۔ کابل انتظامیہ نے امارت اسلامیہ کے اس موقف کو بنیاد بنا کر اسے مذاکرات سے انکار کا نام دیا۔ تاہم امریکا سمیت قطر اور عالمی تنظیم ریڈ کراس نے امارت اسلامیہ کی موقف کی تصدیق کرتے ہوئے کابل انتظامیہ کے منہ پر ایک طمانچہ رسید کیا۔

چناں چہ امارت اسلامیہ نے اپنے قیدیوں کی تصدیق کے لیے تین رکنی وفد عالمی تنظیم ریڈ کراس کے ہمراہ کابل بھیجا۔ تاہم کابل انتظامیہ شروع سے مذاکرات کی مخالف تھی، لہذا وہ حیلے بہانوں سے اس عمل کو تاخیر کا شکار کرتی رہی۔ امارت اسلامیہ نے کابل انتظامیہ کے اس تاخیری حربے کا نوٹس لیتے ہوئے اپنی ٹیم واپس بلا لی۔ جیسے ہی امارت اسلامیہ کا وفد واپس ہوا، کابل انتظامیہ نے پہلے دن امارت اسلامیہ کے 100 اور دوسرے دن بھی 100 قیدی رہا کر کے عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کی، تاہم امارت نے اس پروپیگنڈے کو بروقت بھانپ کر عوام کو اصل صورت حال بتادی۔ کابل انتظامیہ نے قیدی رہا تو کر دیے، مگر وہ معاہدے کی خلاف ورزی بھی مرتکب رہی ہے۔

امارت اسلامیہ نے معاہدے کی پاس داری کی اور وہ اپنے اصولوں پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہی ہے۔ دوسری جانب کابل انتظامیہ اور این ڈی ایس کی جانب سے افغانستان میں داعش نامی فتنے کو اس امید پر لانچ کیا گیا کہ امارت اسلامیہ کے مقابلے میں ایک ایسی قوت لائی جائے، جس پر جہاد کا لیبل لگا ہو اور عوام اس فتنے کے ساتھ کھڑے ہو جائیں، تاہم امارت اسلامیہ نے بروقت اقدام کر کے داعش کے ہاتھوں عوام کو بھاری نقصان پہنچنے سے بچا لیا۔

چناں چہ ننگرہار سے داعش کا ٹھکانہ ختم ہونے کے بعد اس کا کنڑ سے بھی صفایا کر دیا گیا ہے۔ جو کچھ باقی بچ گئے، وہ اپنے آقا کی پناہ گاہ میں جا چھپے ہیں۔ حتیٰ کہ آخرکار داعش نامی فتنے کے خراسان کے لیے سربراہ 'اسلم فاروقی' بھی افغان انٹیلی جنس NDS کے مہمان بن گئے۔ داعش نامی فتنے کے ہاتھ افغان عوام کے خون سے رنگین ہیں۔ امارت اسلامیہ نے داعش کے ساتھ کسی بھی قسم کی رعایت کرنے سے گریز کیا ہے۔ آخرکار امارت اسلامیہ نے کامیابی کے ساتھ داعش کو اُس کے آقا امریکا اور اشرف غنی کی گود میں پھینک دیا۔

روسی و امریکی شکست ایک جائزہ

15 فروری 1989 کو افغانستان سے سویت یونین کی افواج نکل گئیں۔یوں ملکی سالمیت اک طرح محفوظ ہوا اور عالمی طاقت سویت یونین افغانستان میں شکست سے دوچار ہوا۔ہم اس مضمون میں اس تاریخی موقع کاذکر اس حال میں کررہے ہیں کہ امریکی استعمار کو بھی افغانستان میں شکست کا سامنا ہے۔امریکی افواج کے انخلا کی مدت متعین ہو چکی اور جنگ میں تخفیف کا عمل بھی شروع ہے۔افغانستان ایک بہتر مستقبل کی جانب گامزن ہے جس سے افغانستان کے ستم رسیدہ عوام نے امیدیں باندھی ہیں۔امریکی اور اتحادی افواج کے ساتھ جہاد کے نتیجے میں غیر معمولی مقاومت دکھاکر 15 فروری 1989 کا وہی تاریخ دہرا رہے ہیں۔گویا ایک ہی صدی میں دنیا کی دو بڑی طاقتیں ایک چھوٹی سی جغرافیہ میں بکھر ٹوٹ گئیں۔

اس وقت شمالی اتحاد کے مختلف راہنما وار سا کے نمائندوں کے ساتھ بیٹھ کر افغانستان کے تحلیل کے منصوبے بناتے رہیں۔اسی ضمن میں امریکا نے ان کے ساتھ مل کر سرد جنگ شروع کی تھی، شمالی اتحاد نے مجاہدین کے خلاف سویت روس کی حمایت کی جو کہ ناکام رہے، یہاں تک 15 فروری 1989 کا وہ تاریخ ساز دن آیا جب سویت یونین افغانستان سے نکلنے پر مجبور ہوگیا اور یہاں کے لاڈلوں کو یتیم کرکے چھوڑ گئے۔اس وقت سویت یونین امریکا سے کہیں زیادہ طاقت ور تھا اور اس کی طاقت کا اندازہ کسی بھی قوت سے زیادہ امریکا کو تھا لیکن بے کس افغانوں نے اس کے غرور کو خاک میں ملاکر اس کے بخئیے ادھیڑ دیے۔

اس سب کچھ کے باوجود امریکا نے روس کے قدم پر قدم رکھ کر افغانستان پر جارحیت کی اور آج روس کی طرح ذلیل و خوار ہوکر افغانستان سے نکلنے کے راستے ڈھونڈھ رہے ہیں۔اگر ان سارے معاملات کو گہری نظر سے دیکھا جائے تو امریکی شکست کی تاریخ 29 فروری بھی روس کے شکست کے دن 15 فروری کی طرح ہے ہم اس نتیجے پر پہنچ جاتے ہیں کہ یہاں جتنی بھی قوت آزمائی جائے اگر وہ اسلام کی صداقت سے خالی ہے تو کسی طرح نافذ العمل نہیں ہوسکتا کیوں کہ یہاں کے باشندے سبھی مسلمان اور اسلام سے محبت کرنے والے ہیں۔یہ محض ایک دعوی نہیں بلکہ ایک حتمی صداقت ہے جس کی گواہی افغانستان کے غیور مسلمان اپنے عمل سے دیتے ہیں۔اگر اس نوع کی تکالیف اور مشقتیں دنیا کی کسی دوسری قوم پر آجاتیں تو وہ اپنا تشخص، تہذیب و تمدن اور مذہب بچانے کی بجائے ڈھیر ہو جاتے اور دنیا کے مطالبات تسلیم کرنے میں دیر نہیں کرتے جس کی بہت سی مثالیں بھی دی جاسکتی ہیں، لیکن افغانستان کے غیور مسلمانوں نے یہ سب تسلیم کرکے ہر قسم کے ظلم و وحشت کے سامنے سینہ سپر ہوگئے مگر اپنی تہذیب و ثقافت پر سودے بازی نہیں کی۔خصوصاً امریکی جارحیت کے دوران افغان ملت نے جو قربانیاں دیں دنیا کی کسی بھی دوسری قوم سے زیادہ خود امریکا کو اس کا علم ہے۔

یہ حقیقت ظاہر کررہی ہے کہ یہاں کے عوام اپنی سرزمین پر اسلام کے علاوہ کسی بھی نظام کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔اس حقیقت کو نظرانداز کرکے ہم اپنے مستقبل کا تجزیہ نہیں کرسکتے ہیں۔اب بات سمجھنے کی یہ ہے کہ امریکی شکست کے بعد کہیں ایسا نہ ہو کہ روسی انخلا کے بعد والا تلخ تجربہ نہ دہرائے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے جہاد کے نتیجے میں ہم ہی اس کے بہترین نتائج سے بہرہ ور نہ ہوں اور ہم ایک بار پھر ایک تاریخی رسوائی اور لسانی جھگڑوں میں پھنس کر قومی مفادات بھول جائیں۔

یہ عظیم ہدف اس وقت حاصل کرسکتے ہیں جب ہم ملکی مفادات کے تحفظ کے لیے فروعی مسائل کو نظرانداز کرکے اصول کو اولیت دے دیں، یوں ہم اپنی سرزمین پر اسلام کی بہاریں دیکھ لیں گے اور افغانستان کی ترقی و استحکام کا مشاہدہ کریں گے۔

یوم آزادی اور جشن کا سماں

سیف العادل احرار

افغانستان کی آزادی اور امریکی جنگ کے خاتمے کے تاریخی معاہدے کے بعد افغانستان بھر میں جشن کا سماں ہے۔ لوگ خوشی مناتے ہوئے سڑکوں پر نکل آئے۔ ہر شہر میں عوام کا سیلاب اُمڈ آیا۔ چھوٹے بڑے شہروں میں ریلیاں نکالی گئیں۔ قندھار جیسے شہر میں عوام نے سفید پرچم لے کر مختلف بازاروں میں مارچ کیا۔ اسی طرح ہلمند، فراہ، غزنی، زابل، پکتیا، ننگرہار، کابل، مزار شریف، قندوز اور بغلان سمیت دیگر شہروں میں عوام اور مجاہدین نے بڑے اجتماعات منعقد کیے۔ ان سے علمائے کرام اور قومی معتبرین نے خطاب کیا۔ متعدد علاقوں میں آزادی کی خوشی میں ہوائی فائرنگ کی گئی۔ عوام نے کابل اور قندھار میں کھل کر امارت اسلامیہ کا سفید پرچم لہرایا۔ امارت اسلامیہ کے حق میں نعرے لگائے۔ افغانستان کی آزادی کے معاہدے پر بھرپور خوشی کا اظہار کیا۔ اس کو افغانستان کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ قرار دیا۔

افغانستان کے اہم رہنماؤں اور مختلف ممالک نے اس معاہدے کا خیر مقدم کرتے ہوئے اسے اہم پیش رفت قرار دیا۔ قطر معاہدہ دنیا میں قیام امن کی نوید ثابت ہوگا۔ برسوں کی جنگ کے بعد بالآخر مذاکرات اور امن معاہدے سے ثابت ہوگیا کہ کفار کے مسائل کے لیے جنگ حل نہیں ہے۔ عالمی طاقتیں دنیا پر جنگیں مسلط کرنے سے گریز کریں۔ جہادی رہنماؤں اور ممتاز علمائے کرام نے بھی اس معاہدے کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا کہ دنیا نے جہاد کی برکات کا ایک مرتبہ پھر مشاہدہ کیا ہے۔ ہم طالبان کی استقامت اور جرات و بہادری پر انہیں خراج تحسین اور افغان قوم سمیت پوری امت مسلمہ کو مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

> امارت اسلامیہ افغانستان کی ترقی اور عوام کی خوشحالی کے لیے پرعزم ہے۔ وہ کافی تجربہ رکھتی ہے۔ اس نے ماضی میں بھی مثالی حکومت کی ہے۔ وہ دنیا کے ساتھ مثبت تعلقات کی خواہاں ہے۔ یہ تعلقات برابری کی بنیاد پر ہوں گے۔ یہ سب کا افغانستان ہے۔ اس کی ترقی کے لیے سب نے کردار ادا کرنا ہے۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ افغانستان کی تمام سیاسی جماعتوں نے اس تاریخی معاہدے کا خیر مقدم کیا اور اس کو افغانستان میں قیام امن کے لیے سنگ میل قرار دیا۔ یہ خوش آئند ہے۔

دوسری جانب کابل انتظامیہ کے سربراہ اشرف غنی نے معاہدے کے چند گھنٹے بعد ہی امن کوششوں کو سبوتاژ کرنے کے لیے متنازع بیان دیا۔ انہوں نے کہا کہ طالبان قیدیوں کی رہائی کا معاملہ مذاکرات کی پیشگی شرط نہیں بن سکتا۔ امریکا قیدیوں کی رہائی میں مدد فراہم کر رہا ہے، تاہم قیدیوں کی رہائی پر فیصلے کا اختیار افغان حکومت کا ہے۔

نیز ان کا کہنا تھا کہ طالبان کے ساتھ مذاکرات کے لیے جلد ایک ٹیم تشکیل دے دی جائے گی۔ البتہ طالبان بااختیار نہیں ہیں۔ اس بیان کے بعد عوام نے شدید غم و غصے کا اظہار کیا۔ سوشل میڈیا پر بھی عوام نے شدید رد عمل دیا۔ قطر میں امارت اسلامیہ کے اہم رہنما شیر محمد عباس ستانکزئی نے اشرف غنی کے بیان پر رد عمل دیتے ہوئے کہا کہ 'ہم نے کب اشرف غنی سے قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ کیا ہے؟ ہم نے امریکا کے ساتھ معاہدہ کیا ہے۔ اگر دس مارچ تک

قیدیوں کو رہا نہ کیا گیا تو ہم بین الافغان مذاکرات شروع نہیں کریں گے۔'

سماجی کارکن خیر اللہ شنواری نے لکھا کہ 'امریکا کے ساتھ معاہدے کے چوبیس گھنٹے نہیں گزرے تھے کہ اشرف غنی نے حسب سابق امن عمل پر مکوں اور لاتوں سے وار کیا۔' کابل سے ہمزہ حقمل نے لکھا کہ 'یہ بتائیں! جمعرات کے دن طے شدہ شیڈول کے مطابق آپ کی تقریب حلف برداری تھی۔ مائیک پومپیو کی ایک کال پر آپ کی تقریب اُڑ گئی۔ جب آپ اپنی تقریب حلف برداری شیڈول کے مطابق نہیں کرا سکتے تو اس اعلان پر کتنے دن تک قائم رہ سکتے ہیں؟ انس حقانی بھی آپ کی قید میں تھا۔ غیرت ہوتی تو اسی کی رہائی روک کر دکھا دیتے۔ پانچ ہزار قیدی رہا ہو جائیں گے۔ آپ صرف نظارہ کرتے رہیں۔ آپ کے لیے صرف یہی کافی ہے کہ مذاکرات میں آپ کو شامل ہی نہیں کیا گیا۔'

بین الافغان مذاکرات میں افغانستان کے تمام اندرونی معاملات زیر بحث آئیں گے۔ خدشہ یہ ہے کہ افغانوں کے مابین ہونے والے مجوزہ مذاکرات کے لیے طالبان تو یکسوئی سے شریک ہوں گے۔ البتہ کابل انتظامیہ اور اس کی اپوزیشن کے مابین ایک متفقہ وفد پر اتفاق رائے بہت مشکل ہے۔ امریکا اور اس کے اتحادی کابل انتظامیہ اور اس کی اپوزیشن کو اکٹھا کرنے کی کوشش کریں گے۔ ایسا لگتا ہے کہ جو وفد بھی بنایا جائے گا، اس میں کوئی باہمی اتفاق نہیں ہو سکے گا۔ افغان عوام چار عشروں کے طویل خون خرابے سے تنگ آ چکے ہیں۔ وہ امن کے لیے بے تاب ہیں۔ کچھ عناصر امن عمل کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان کی روک تھام ضروری ہے۔ عوام چاہتے ہیں کہ افغان خانہ جنگی میں ملوث سابقہ تمام عناصر افغانستان کے مستقبل کے بارے میں قومی اتفاق رائے پیدا کریں۔ اگر افغانستان کی صورت حال بگڑی تو پھر عالمی قوتیں بھی اپنے مفادات کے لیے اس میں کود پڑیں گی۔ بہتر ہوگا کہ افغان حلقے افغانستان کے لیے ایک متفقہ اسلامی آئین پر اتفاق رائے پیدا کرنے کے ساتھ اس کی تعمیر نو کے لیے ایک گرینڈ پلان پیش کریں۔ افغان باہمی مصالحت اور قومی اتفاق رائے متوقع مذاکرات کے لیے نہایت اہم ہیں۔ جب امریکا کے ساتھ طالبان مفاہمت کر سکتے ہیں تو افغان بھائیوں کے ساتھ مختلف معاملات پر اتفاق رائے پیدا کرنا کوئی مشکل اور ناممکن کام نہیں ہے۔ اس کے لیے اخلاص اور رواداری کی ضرورت ہے۔ امریکا نے افغانستان پر حملہ کیا، تب بھی امارت اسلامیہ نے مذاکرات پر زور دیا تھا۔ امریکا نے طالبان کی بات نہیں سنی۔ اس نے افغانستان میں دو کھرب ڈالر خرچ کیے۔ 23 سو امریکی فوجی قتل ہوئے۔ امریکا نے افغانستان میں 19 برس تک لڑنے کے بعد طالبان کے پہلے روز کی پیشکش قبول کرتے ہوئے ان کا موقف تسلیم کیا۔ اب تک بہت دیر ہو چکی ہے۔ اس میں افغان بھائیوں کے لیے سبق ہے کہ وہ مزید خون خرابے کے بجائے امارت اسلامیہ کی قیادت کی پیش کش اور امیر المومنین کی جانب سے عام معافی کے موقع سے بھرپور فائدہ اٹھائیں۔ افغانستان میں نفاذِ اسلام اور ترقی کے لیے مثبت کردار ادا کریں۔

امارت اسلامیہ افغانستان کی ترقی اور عوام کی خوشحالی کے لیے پر عزم ہے۔ وہ کافی تجربہ رکھتی ہے۔ اس نے ماضی میں بھی مثالی حکومت کی ہے۔ وہ دنیا کے ساتھ مثبت تعلقات کی خواہاں ہے۔ یہ تعلقات برابری کی بنیاد پر ہوں گے۔ یہ سب کا افغانستان ہے۔ اس کی ترقی کے لیے سب نے کردار ادا کرنا ہے۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ افغانستان کی تمام سیاسی جماعتوں نے اس تاریخی معاہدے کا خیر مقدم کیا اور اس کو افغانستان میں قیام امن کے لیے سنگ میل قرار دیا۔ یہ خوش آئند ہے۔

قیدی اور اشرف غنی کی شرائط

زخمی افغان

امریکا کے ساتھ طے شدہ معاہدے کے مطابق بین الافغان مذاکرات سے قبل قیدیوں کا تبادلہ ضروری ہے۔ قیدیوں کے تبادلے کی خبر سے عوام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ہے۔ کیوں کہ فریقین کی جانب سے چھ ہزار قیدیوں کی رہائی سے ہزاروں خاندان اپنے پیاروں کی واپسی سے جو خوشی محسوس کریں گے، اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ افغانستان بھر میں عوام نے اس خبر کا خیر مقدم کیا تھا۔ دراصل ان چھ ہزار قیدیوں کی رہائی چھ ہزار افغان خاندانوں کی خوشی تھی۔ یہ امن کی جانب ایک مثبت پیش رفت ہے۔

کابل سربراہ اشرف غنی نے حسب سابق امن کوششوں کو سبوتاژ کرنے کے سلسلے میں قیدیوں کی رہائی کے عمل میں بھی رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ حالانکہ دوحہ معاہدے میں اس پر اتفاق ہوا ہے اور تین بار امارت اسلامیہ، کابل انتظامیہ، امریکا۔ قطر اور ہلال احمر کی موجودگی میں فریقین نے ویڈیو کانفرنس کے ذریعے قیدیوں کے تبادلے پر اتفاق کیا۔ امارت اسلامیہ نے رہائی کا عمل شروع کرنے کے لیے تین رکنی وفد کابل بھیجا، جہاں اس نے ایک ہفتہ قیام کیا۔ تاہم اشرف غنی نے قیدیوں کے تبادلے اور رہائی کے موضوع پر بات کرنے کے بجائے دوسرے موضوعات پر وقت ضائع کرنے کی کوشش کی، جس پر امارت اسلامیہ نے اپنا وفد کابل سے واپس بلالیا۔

معاہدے کے مطابق فریقین کے درمیان اعتماد کی فضا قائم کرنے کے لیے غیر مشروط طور پر چھ ہزار قیدیوں کا تبادلہ کیا جائے گا۔ تاہم طے شدہ معاہدے کے باوجود اشرف غنی نے بین الافغان مذاکرات سے قبل امن عمل سبوتاژ کرنے کے لیے متعدد غیر ضروری اور منفی شرائط پیش کر کے قیدیوں کی رہائی کا عمل معطل کر دیا۔ اشرف غنی کی شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ وہ معاہدے کے برخلاف پانچ ہزار قیدیوں کے بجائے صرف پندرہ سو قیدی رہا کریں گے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ قیدی رہائی سے قبل اس بات کی ضمانت دیں گے کہ وہ دوبارہ میدان جنگ میں نہیں جائیں گے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ وہ اپنی مرضی سے مرحلہ وار اور بہ تدریج قیدی رہا کریں گے۔ اس کے بدلے میں طالبان جنگ بندی کا اعلان کریں گے۔

اشرف غنی تو طالبان پر یہ شرائط عائد کرنا چاہتے ہیں، لیکن وہ اپنی طرف سے کوئی ضمانت نہیں دیتے اور نہ ہی خود کو کسی بھی شرط یا ضمانت کا ذمہ دار سمجھتے ہیں۔ اشرف غنی ہمیشہ امریکا کی حمایت سے اپنے سیاسی مخالفین پر برتری حاصل کرنے میں کامیاب رہے ہیں۔ وہ اپنی شرائط پر مخالفین کو زیر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اشرف غنی کا خیال ہے کہ طالبان بھی ان کی شرائط قبول کر لیں گے۔ البتہ وہ اس سے بے خبر ہیں کہ طالبان کابل کے ضمیر فروش سیاست دان نہیں ہیں، جو ان کے زر اور زور سے ڈرتے ہیں یا اپنے اصولی موقف پر سمجھوتہ کر لیں گے۔ وہ امریکا کی دھمکی پر ڈھیر ہونے والے لوگ نہیں ہیں۔

طالبان جو کچھ کرتے ہیں، وہ اپنے اصولی موقف کے مطابق کرتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے طالبان نے کبھی اپنے اصولوں پر سمجھوتہ کیا ہے اور نہ ہی اللہ کے سوا کسی کے سامنے سر جھکایا ہے۔ دوحہ معاہدہ گواہ ہے کہ طالبان نے امریکا سے اپنی تمام شرائط منوا کر معاہدہ کیا ہے۔ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ اشرف غنی قیدیوں کی رہائی کے معاملے پر یوٹرن لے کر امریکی دباؤ پر قیدی رہا کر رہے ہیں۔ رہائی کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ تادم تحریر تین سو قیدی رہا ہو چکے ہیں۔ جب کہ امارت اسلامیہ کی جانب سے بھی 20 قیدی رہا کیے گئے ہیں۔ یہ خوش آئند امر ہے۔ توقع ہے یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ ان شاءاللہ تعالی

امن تک پہنچنے کا راستہ

عبدالرحیم ثاقب

افغانستان میں چالیس سال سے جاری حالات کا بنیادی سبب بیرونی مداخلت ہے۔ اس افغانستان ابھی تک سخت مشکلات میں ہے۔ اقوام متحدہ اور دیگر عالمی طاقتوں نے یہ جنگ ختم کرنے کی بارہا کوشش کی اور اس کے لیے باقاعدہ کام شروع ہوا، چوں کہ اُن کا طریقہ کار درست نہیں تھا، اس لیے یہ مسئلہ حل ہونے کے بجائے مزید گھمبیر ہو گیا۔ اقوامِ متحدہ کے نمائندے بینن سیوان نے بھی افغان امن عمل کی خاطر منصوبہ بندی کی تھی، مگر وہ جو سابق افغان جہادی تنظیموں کے کابل پہنچتے ہی ناکام ہوگئی۔ 2001 میں حامد کرزئی کی سربراہی میں اور اخضر ابراہیم کی نمائندگی میں مختصر وقت کے لیے حکومت تشکیل دی گئی، جو افغانستان کے لیے خانہ جنگی سے زیادہ خطرناک ثابت ہوئی۔ اب 19 سال گزر چکے ہیں۔ امریکا اور نیٹو نے امن قائم کرنے کے بہانے زور آزمائی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ اس کے باوجود افغان امن کی صورتِ حال بد سے بدتر ہوگئی ہے۔ خود امریکی تحقیق کار اس کے معترف ہیں کہ افغانستان بدامنی والے ملکوں میں سرِفہرست ہے۔ اب ایسا طریقہ کار روبہ عمل لانا چاہیے، جس میں مزید زور آزمائی کی ضرورت رہے اور نہ ہی افغانوں کا خون ضائع ہو۔

امارتِ اسلامیہ اور امریکا کے مابین معاہدے کے پیشِ نظر سب سے پہلے امریکا انخلا از حد ضروری ہے۔ کیوں کہ اس مسئلے جڑ خود امریکا ہی ہے۔ یہ ناسور چالیس سال سے افغانوں کے لیے دردِ سر بنا ہوا ہے۔ امریکا اور نیٹو کو فی الفور افغانستان سے مکمل انخلا کر دینا چاہیے۔ تاکہ افغان قوم ہر طرح کی بیرونی مداخلت سے پاک نظام قائم کر سکے۔ چوں کہ افغانستان کی 99.7 فیصد آبادی مسلمان ہے۔ اس لیے فطری بات ہے کہ یہاں ایک نظام اور حکمران چاہیے، جو افغان معاشرے کو سمجھتا اور اس کے مسائل حل کرنے کی اہلیت رکھتا ہو۔ یہ نظام افغانوں کی باہمی مشاورت سے ہی طے ہو سکتا ہے۔

اگر بیرونی قوتیں مکمل انخلا کر کے افغانستان کے معاملات میں مداخلت بند کر دیں اور افغان قوم یہاں اپنے لیے مناسب نظام قائم کر لے تو کوئی وجہ نہیں کہ افغانستان امن کا گہوارہ نہ بن سکے۔ مزید یہ کہ جب یہاں اسلامی تعلیمات کے مطابق نظام قائم کیا جاے گا تو یقیناً وہ دوسروں کے لیے بھی امن کا سبب بنے گا۔

یہ نظام دنیا کے لیے ایک مثال ہوگا، جو موجودہ صدیوں میں کہیں بھی دیکھنے کو نہیں مل رہا۔ اگر دنیا واقعی امن کے لیے مخلص ہے تو وہ بھی اس نظام سے استفادہ کر سکے گی۔ یہی ایک طریقہ ہے، جس سے امن قائم ہو سکتا ہے۔

ان شاء اللہ

۲۹ فروری ۲۰۲۰

بشیر ارمان

فروری کی 29 تاریخ افغانستان کے لیے فتح مبین کی مسرتیں لے کر آئی تھی۔ افغان اور عالمی میڈیا میں اس دن کا بہت چرچا تھا۔ مختلف ٹی وی چینل پر تجزیہ کار اور تعلقاتِ عامہ کے ماہرین کی طرف سے خوب بحث دیکھنے کو ملی۔ پرنٹ میڈیا میں بھی اس حوالے سے تبصرے اور مضامین چھپتے رہے۔ بعض لوگوں کو گمان تک نہ تھا کہ طالبان معاہدے سے قبل اعتماد کی فضا پیدا کرنے کے لیے ٹھوس اقدامات میں کامیاب ہو جائیں گے۔ چوں کہ یہ طے ہو چکا تھا کہ معاہدے سے قبل جنگ کی شدت میں کمی لائی جائے گی۔ لوگ اپنے تئیں طالبان میں خود ساختہ اختلاف کی بنیاد پر محسوس کر رہے تھے کہ طالبان اس میں ناکام ہوں گے۔ مجاہدین اور امارت کے قائدین کے باہمی اتحاد و اعتماد نے ان کی آنکھیں کھول دیں۔ ایک ہفتے کی مدت میں افغانستان کے 34 صوبوں اور بیسیوں اضلاع میں ایک فائر تک ریکارڈ نہیں ہوا۔ مجال ہے کہ امارت اسلامیہ کے کسی بھی فرد نے اپنے قائدین کا حکم نہ مانا ہو۔

امارت اسلامیہ کے قائدین اور مجاہدین سمیت عوام کے درمیان جیسا اتحاد و اعتماد دیکھنے کو ملا ہے، وہ اپنی جگہ ایک تاریخ ساز کارنامہ تو ہے۔ البتہ اس سے طالبان کے دوست اور دشمن یکساں طور پر حیران بھی رہ گئے۔ دوستوں کو تشویش تھی کہ کہیں ادنی بے احتیاطی سے مذاکرات کا معاملہ بگڑ نہ جائے۔ جب کہ دشمن اس تاک میں تھا کہ کسی نہ کسی طرح امارتِ اسلامیہ یہ عظیم کامیابی حاصل نہ کر سکے۔ جب کہ ایک تیسرا فریق بے بنیاد تبصروں سے عوام میں سراسیمگی پیدا کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ افغان انتظامیہ اور اُس کے غلام میڈیا نے بہت کوشش کی کہ طالبان امریکا معاہدے کو سبوتاژ کیا جا سکے، مگر اللہ اپنے بندوں کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا۔

امریکا اپنی تمام تر توانائیوں کے باوجود جنگ ہار چکا تھا۔ وہ مزید قوت آزمائی سے گریز چاہتا تھا۔ اس لیے امریکا نے مذاکرات کے ذریعے واپسی کا راستہ تلاش کیا ہے۔ اس حوالے سے میزبان ملک قطر نے بہت مناسب ترتیب بنا رکھی تھی۔ اس تقریب میں مختلف ممالک کے نمائندے شریک ہوئے۔ ایک دن پہلے ہی دنیا سے بھر سے صحافی برادری، مبصرین، تجزیہ کار اور میڈیا کے نمائندے پہنچ گئے تھے۔ ان مبصرین میں داؤد اعظمی بھی تھے، جو بی بی سی پشتو کے سینئر اور عالمی حالات سے باخبر ہونے میں اچھی شہرت رکھتے ہیں۔ داؤد اعظمی اپنے دیکھنے والوں کو لحہ بہ لحہ تقریب کی تازہ صورتِ حال سے آگاہ کر رہے تھے۔ وہ اپنے ناظرین کو ہر آنے والے مندوب کا تعارف کرا رہے تھے۔ ان کی ایک خصوصیت یہ کہ انہوں نے واقعی صحافی ہونے کا ثبوت دیا۔ وہ تقریب کے مکمل زمینی حالات اپنے ناظرین کو دکھاتے رہے۔

اس تاریخ ساز معاہدے کی کوریج کے لیے امارتِ اسلامیہ کی طرف سے کوئی ٹیم نہیں تھی، جو اپنے طور پر دنیا کو حقائق سے آگاہ کرتی۔ بظاہر اس کی جو بھی وجہ ہو، امارت اسلامیہ کے قائدین ہی اس بارے واضح بات کر سکتے ہیں۔ تقریب میں امریکا، روس، جرمنی، پاکستان، ازبکستان، انڈونیشیا، ترکی اور ناروے کے وزرائے خارجہ اور نمائندے شامل تھے۔ اسی طرح افغانستان کے لیے نیٹو کے نمائندہ خصوصی بھی تقریب میں شامل تھے۔ کل 62 ممالک کے نمائندے اور امارتِ اسلامیہ کے پچاس مہمانوں کے بشمول بڑی تعداد شریک تھی۔ علاوہ ازیں امریکا کی طرف سے بھی کافی لوگ مدعو تھے۔

امارتِ اسلامیہ کے نمائندے جناب شیر محمد عباس ستانک زئی نے تقریب سے پہلے اپنے ساتھیوں میں مختصر خطاب فرمایا۔ انہوں نے معاہدے کو تاریخ ساز کامیابی قرار دیا۔ بعد ازاں رہبری شوری کے رکن امیر خان متقی نے بہت کارآمد باتیں کہی کہ سوشل میڈیا پر کسی کو عار دلانا، کسی کے ساتھ استہزاء کرنا بالکل منع ہے۔ ساتھی اس بات کا بہت خیال رکھیں کہ افغانستان کے تمام لوگ ہمارے بھائی ہیں۔ انہیں اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی جائے۔ انہیں یہ تاثر دیا جائے کہ افغانستان ہم سب کا ہے۔ ہم سب اس کے رکھوالے ہیں۔

تقریب کی ذمہ داریاں قطر کے وزیر خارجہ جناب محمد بن عبدالرحمان بن حاشم آلِ ثانی کے پاس تھیں۔ انہوں اپنے خطاب میں اس دن کی اہمیت کو سراہا اور معاہدے کو افغان امن کے لیے ایک بڑی پیش رفت قرار دیا۔ امریکی وزیر خارجہ مائیک پومپیو نے بھی معاہدے کو تاریخی قرار دیا۔ انہوں نے طالبان کی طرف سے تشدد میں کمی لانے کو سراہنے کے ساتھ طالبان کی قوت، اتحاد اور معاہدے کی پاس داری کی بھی تحسین کی۔ مائیک پومپیو کے بعد سیاسی دفتر کے رئیس ملا عبدالغنی برادر نے اس دن کی تاریخی اہمیت بتاتے ہوئے اُن ممالک کا شکریہ ادا کیا، جنہوں نے اس معاہدے میں کسی نہ کسی طرح مثبت کردار ادا کیا تھا۔ انہوں نے اپنے خطاب میں خصوصی طور سے قطر حکومت کا شکریہ ادا کیا۔ اسی طرح پاکستان، ازبکستان، انڈونیشیا، روس، چین، دبئی، جرمنی اور ناروے کا بھی شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے دعوت فکر دی کہ امریکی انخلا کا فائدہ اٹھائیں اور اپنے قومی مفادات کے لیے باہم اتحاد کریں۔

معاہدے پر دستخط کے لیے امریکی خصوصی نمائندے زلمے خلیل زاد اور امارت اسلامیہ کے سیاسی نائب ملا عبدالغنی برادر اسٹیج پر آئے۔ دستخط کے بعد زلمے خلیل زاد اور ملا برادر نے بھرپور انداز میں مصافحہ کیا۔ جس پر تقریب تکبیر کے نعروں اور تالیوں سے گونج اٹھا۔ قطر کے وزیر خارجہ دستخط کرنے والے دونوں نمائندوں سے گلے ملے۔ انہوں نے اس تاریخی معاہدے پر مبارک باد دی۔ جب کہ دونوں نمائندوں کے مختلف ممالک کے مندوبین نے بھی مبارک باد دی، جن میں روسی نمائندہ ضمیر کابلوف اور پاکستان کے وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی خصوصی طور سے قابل ذکر ہیں۔

افغانستان فروری 2020 میں

احمد فارس

نوٹ:

یہ تحریر ان واقعات و نقصانات پر مشتمل ہے، جن کا دشمن نے بھی اعتراف کیا ہے۔ مزید اعداد و شمار دیکھنے کے لیے امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ ملاحظہ فرمائیں۔

فروری 2020 میں قابل ذکر اور خاص طور پر سیاسی میدان میں اہم پیش رفت ہوئی۔ اس ماہ جارحیت کے خاتمے کا معاہدہ ہوا۔ جب کہ اس سے قبل متعدد دشمن فوجی ہلاک ہوئے۔ افغان فوج کو بھی قابل ذکر نقصان ہوا۔ نام نہاد انتخابات کے نتائج کا اعلان بھی اسی ماہ کیا گیا۔ اس کے علاوہ دیگر اہم اور متعلقہ واقعات ذیل میں پڑھے جاسکتے ہیں:

امریکی فوج کے نقصانات:

9فروری کو ایک رابطہ کار مجاہد نے صوبہ ننگرہار کے ضلع شیر زادہ میں گھات لگا کر 6امریکی فوجیوں کو موقع پر ہلاک کر دیا۔ 14فروری کو امریکی فوج نے بگرام اڈے پر اپنے ایک فوجی کی ہلاکت کی خبر شائع کی۔ مجاہدین نے 18 فروری کو صوبہ قندھار کے ضلع دامان میں ایک امریکی ٹینک پر دھماکہ کیا، جو مکمل طور پر تباہ ہو گیا اور اس میں سوار تمام اہل کار ہلاک ہو گئے۔ مجاہدین نے 6فروری کو صوبہ لغمان کے ضلع علی شنگ میں دشمن کا ایک ڈرون طیارہ مار گرایا۔

عام شہریوں پر تشدد:

اس ماہ شہری ہلاکتوں اور ان پر تشدد کا سلسلہ پہلے کی طرح شدت کے ساتھ جاری تھا۔ یکم فروری کو صوبہ بادغیس کے ضلع مقر میں امریکی فوج کے ڈرون حملے میں ایک ماں اپنے دو بچوں سمیت شہید ہو گئی۔ 2فروری کو ایک بار پھر امریکی فوج نے صوبہ میدان وردگ کے ضلع چک میں ایک مسجد پر ڈرون حملہ کیا، جس سے مسجد اور قریبی گھروں کو کافی نقصان ہوا۔ 3فروری کو صوبہ قندوز اور اروزگان میں سفاک دشمن نے ایک ہسپتال اور شہری املاک کو مسمار کر دیا۔ ایک بار پھر دشمن نے 6فروری کو قندوز کے ضلع خان آباد میں ایک دینی مدرسے پر حملہ کیا، جس میں متعدد طلبا شہید اور زخمی ہو گئے۔

8فروری کو صوبہ بادغیس کے ضلع سنگ آتش میں سفاک دشمن کے حملے میں تین بھائیوں سمیت دس شہری شہید ہو گئے۔ 13فروری کو صوبہ خوست کے ضلع نادر شاہ میں ڈرون حملے میں 5 شہری شہید ہو گئے۔ 18 فروری کو ہرات کے ضلع رباط سنگی میں ایک خاندان کے 12افراد دشمن کے فضائی حملے میں شہید ہو گئے۔ ان تمام واقعات، حملوں اور شہری ہلاکتوں کی مکمل رپورٹ امارت اسلامیہ کی ویب سائٹ پر دیکھی جا سکتی ہے۔

مجاہدین کے سامنے سرنڈر ہونا:

19 فروری کو مجاہدین کے ایک اعلان کے مطابق گزشتہ ایک ماہ کے دوران دشمن کی صف سے 700 اہل کار الگ ہو کر مجاہدین میں شامل ہو گئے ہیں۔ دشمن کے ہتھیار ڈالنے کا سلسلہ فروری میں بھی جاری رہا۔ دشمن کے متعدد اہل کار موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے امارت اسلامیہ میں شامل ہو گئے۔ 3 فروری کو بدخشاں کے ضلع راغستان میں سات پولیس اہل کار اور اگلے روز صوبہ بغلان کے ضلع پل خمری میں سات فوجی مجاہدین میں شامل ہوگئے۔ 6 فروری کو صوبہ بلخ کے مختلف علاقوں میں کابل انتظامیہ کے 54 فوجی اور پولیس اہل کار سرنڈر ہو گئے۔ 7 فروری کو صوبہ بغلان میں افغان فوج کے 48 اہل کار مجاہدین میں شامل ہو گئے۔ اسی اثنا میں 24 فروری کو بلخ کے ضلع زارع اور چہار بولک میں متعدد اہل کار امارت اسلامیہ میں شامل ہو گئے۔

الفتح آپریشن:

4 فروری کو صوبہ بغلان میں مجاہدین کے حملے میں دشمن کی چوکی فتح ہو گئی۔ 6 فروری کو صوبہ قندوز کے مرکز میں مجاہدین نے ایک کمانڈر کو تین فوجیوں سمیت گرفتار کر لیا۔ اسی روز لغمان کے ضلع علی شنگ میں مجاہدین نے ایک ڈرون طیارہ مار گرایا۔ 11 فروری کو مجاہدین نے صوبہ بلخ میں دشمن کے ایک فوجی اڈے پر حملہ کیا، جس میں متعدد اہل کار ہلاک اور زخمی ہو گئے۔ 15 فروری کو بلخ کے ضلع زارع میں مجاہدین کے حملے میں دشمن کے 15 فوجی ہلاک ہو گئے۔

جارحیت کے خاتمے کا معاہدہ:

15 فروری کو امریکا اور امارت اسلامیہ نے امن معاہدے پر دستخط کرنے سے قبل ایک ہفتے کے لیے کارروائیوں میں کمی لانے پر اتفاق کیا۔ 17 فروری کو امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے سربراہ محترم ملا عبدالغنی برادر اخوند نے کہا کہ فروری کے آخر میں امن معاہدے پر دستخط کیے جائیں گے۔ 21 فروری کو اعلان کیا گیا کہ آج رات سے حملوں میں کمی لانے کی مدت شروع ہو گی۔ اس کے بعد معاہدے پر دستخط کرنے کی تاریخ کا اعلان کیا گیا۔ امارت اسلامیہ اور امریکا کے درمیان 29 فروری کو معاہدے پر دستخط کیے گئے۔ جس کے مطابق امریکی فوج 14 ماہ میں افغانستان سے نکل جائے گی۔ اس کے علاوہ 10 مارچ کو بین الافغان مذاکرات شروع کیے جانے تھے، جس کی بنیادی شرط یہ تھی کہ افغان انتظامیہ امارت اسلامیہ کے 5 ہزار قیدی رہا کرے گی۔

جعلی انتخابات:

18 فروری کو جعلی انتخابات کے ساڑھے چار ماہ کے بعد نام نہاد انتخابی کمیشن نے نتائج کا اعلان کر دیا۔ نتائج کے مطابق اشرف غنی کو ایک ملین سے کم ووٹ لینے پر 35 ملین آبادی کے ملک کا منتخب سربراہ قرار دے دیا گیا۔ دوسرے امیدواروں نے نتائج مسترد کر دیے اور شمالی اتحاد کے ڈاکٹر عبداللہ نے متوازی حکومت قائم کرنے کا اعلان کر کے اپنے طور پر حلف اٹھا لیا۔ دونوں چاہتے تھے کہ متوازی حکومتوں کے قیام کے لیے حلف برداری کی تقریبات منعقد کریں، لیکن امریکی آقا کی مداخلت پر انہوں نے تقریب حلف برداری دو ہفتوں کے لیے موخر کرنے کا اعلان کر دیا۔

جنگی جرائم فروری 2020

سید سعید

یکم فروری کو صوبہ فراہ کے دارالحکومت کے قریبی گاؤں تجک میں امریکی فوج کے ڈرون حملے میں 13 سالہ بچہ شہید ہوگیا۔ صوبہ ہلمند کے ضلع گریشک کے علاقے شورکی میں امریکی ڈرون حملے میں دو شہری شہید ہوگئے۔ صوبہ فراہ کے ضلع پشت کوہ کے علاقے لنگر میں امریکی اور افغان فوج نے لوگوں کے گھروں کی تلاشی لی۔ اُن کا قیمتی سامان ضبط کر لیا۔ انہیں زدوکوب کیا۔ اس علاقے میں ایک مشہور دینی مدرسہ 'اصحاب صفہ' تباہ کردیا اور وہاں موجود درسی کتب جلادیں۔

2 فروری کو مشترکہ دشمن نے قندوز کے ضلع گل تیپہ کے علاقے باغ شرکت میں 'بی ایچ سی' کے زیرانتظام چلنے والے ایک کلینک، قریبی اسکول اور گھروں پر بمباری کی، جس سے متعدد عام شہری شہید اور زخمی ہوگئے۔ صوبہ ارزگان کے صدر مقام ترین کوٹ کے علاقے دہ جوز میں سفاک دشمن نے بمباری کی، جس میں خواتین اور بچوں سمیت 12 شہری شہید اور زخمی ہوگئے۔ لوگوں کے گھروں کو نقصان پہنچا۔ امریکی فوج نے 5 فروری کو صوبہ قندوز کے ضلع خان آباد کے علاقے محفل ترہ خیل میں ایک دینی مدرسے 'تحصیل القرآن' پر ڈرون حملہ کیا، جس سے مدرسہ تباہ اور تین طلبا شہید ہوگئے۔ اسی دن صوبہ فاریاب کے ضلع شیرین تگاب کے علاقے کوہ صیاد کے رہائشی 'زین اللہ ولد غلام سخی' کو اربکی کمانڈر غلام سخی نے شہید کر دیا۔ صوبہ بادغیس کے ضلع مقر کے علاقے نورخیل میں افغان فوج نے ایک بچے کو شہید اور 16 شہریوں کو گرفتار کر لیا۔ صوبہ ہلمند کے ضلع سنگین کے علاقے سرہ بند میں امریکی ڈرون حملے میں دو عام شہری شہید ہوگئے۔ صوبہ ہلمند کے ضلع گریشک کے علاقے قلعہ گیز میں امریکی ڈرون حملے میں ایک شہری شہید ہوگیا۔ صوبہ بلخ کے ضلع چاہی کے قریب افغان فوج نے ایک شہری 'محمد گل' کو شہید کر دیا۔

امریکی فوج نے 6 فروری کو صوبہ فاریاب کے ضلع قیصار کے علاقے بیش کپہ میں عام شہریوں کے گھروں پر بمباری کی، جس میں ایک خاتون اور تین بچے شہید ہوگئے۔ جب کہ دو بچے زخمی ہوگئے۔ صوبہ ہلمند کے ضلع دیشو کے علاقے رباط میں مشترکہ فوج نے دو دیہاتیوں کو شہید اور چار افراد کو گرفتار کر لیا۔ امریکی فوج نے صوبہ ہلمند کے ضلع دیشو کے علاقے ربط میں عام شہریوں کی دو گاڑیوں پر حملہ کیا۔ جس سے دونوں گاڑیاں تباہ اور دس عام شہری شہید ہوگئے۔

7 فروری کو صوبہ بادغیس کے ضلع سنگ اتش کے گاؤں محمد زو میں دشمن فوج کے ایک چھاپے میں 3 شہری شہید اور دو زخمی ہوگئے۔ امریکی اور افغان فوج نے صوبہ پکتیا کے ضلع زرمت کے علاقے سہاک پر چھاپہ مارا۔ گھروں کے دروازے دھماکہ خیز مواد سے اڑادیے۔ لوگوں کو تشدد کا

نشانہ بنایا۔ قیمتی چیزیں لوٹ لیں اور گاؤں کے پیش امام سمیت تین شہریوں کو شہید کر دیا۔

8فروری کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع جلگہ کے گاؤں حکیم خیل میں ڈرون حملے میں 3 طلبا'محمد خالد، مسیح اللہ اور وحید اللہ' شہید اور ایک شخص زخمی کر دیا گیا۔ صوبہ پکتیا کے مرکز کے قریبی علاقے چوہنی میں امریکی ڈرون حملے میں ایک بچے سمیت تین شہری شہید ہو گئے۔ امریکی فوج نے صوبہ بادغیس کے ضلع بالامرغاب کے علاقے غور غتو میں حاجی عبدالسلام اکا کی مسجد پر ڈرون حملہ کیا، جس میں سات نمازی اور طلبہ شہید اور چار افراد زخمی ہو گئے۔ صوبہ زابل کے ضلع ارغنداب کے گاؤں سردار میں امریکی فوج کی بمباری میں دو عام شہری 'ڈاکٹر عتیق اللہ اور موسی خان' شہید ہو گئے۔ صوبہ ہلمند کے ضلع دوااشیر میں امریکی ڈرون حملے میں دو عام شہری شہید ہو گئے۔ صوبہ بلخ کے ضلع چمتال کے قلعہ رضاق کے قریب مکان پر ڈرون حملے میں دو افراد شہید اور ایک شخص زخمی ہو گیا۔

9فروری کو افغان فوج نے صوبہ تخار کے قلعہ دشت میں عوام پر فائرنگ کی، جس میں دو خواتین سمیت پانچ افراد شہید ہو گئے۔ امریکی فوج نے 10 فروری کو صوبہ فراہ کے مرکز غلام ریگستان میں عام آدمی کی کار پر حملہ کیا، جس میں سوار 6 شہری شہید ہو گئے۔ اس کے علاوہ فراہ شہر کے علاقے کاریز شیخان میں بھی ایک شہری گاڑی کو نشانہ بنایا گیا، جس میں پانچ شہری شہید ہو گئے۔

14فروری کو صوبہ ننگرہار کے ضلع سرخ رود کے علاقے ککڑک میں عام شہریوں کی گاڑیوں پر دشمن نے ڈرون حملہ کیا، جس میں دو گاڑیاں تباہ اور ان میں سوار 11 شہری شہید ہو گئے۔ 15فروری کو صوبہ پکتیکا کے ضلع برمل کے علاقے نئے اڈے میں پولیس اہل کاروں کی فائرنگ سے ایک ڈرائیور شہید ہو گیا۔ 16فروری کو صوبہ فاریاب کے ضلع قیصار کے وسطی علاقے میں افغان فوج کی فائرنگ سے تین شہری شہید اور زخمی ہو گئے۔ صوبہ ہلمند کے ضلع واشیر کے علاقے سنگیلان میں ایک مکان پر چھاپہ مار کارروائی کے دوران ایک شہری شہید، ایک زخمی، جب کہ دو افراد کو حراست میں لے لیا گیا۔ صوبہ ہلمند کے ضلع سنگین کے علاقے امان اللہ کاریز میں افغان فوج کی فائرنگ سے ایک چرواہا شہید ہو گیا۔

17فروری کو امریکی فوج نے صوبہ ہرات کے ضلع رباط سنگی کے علاقے اربئی مانده میں شہری گاڑی کو نشانہ بنایا، جس میں 3 خواتین، سات بچے اور دو مرد شہید ہو گئے۔ صوبہ سرپل کے ضلع صیاد کے وسطی علاقے میں افغان فوج کی گولہ باری سے چار شہری شہید اور زخمی ہو گئے۔ 18فروری کو صوبہ لوگر کے ضلع محمد آغا کے علاقے سرخاب میں افغان فوج نے دو معصوم بچوں کو شہید کر دیا۔

20فروری کو صوبہ جوزجان کے ضلع اقچی میں حاجی خال مراد نامی قبائلی بزرگ اور ایک شہری کو شہید کر دیا۔ صوبہ کاپیسا کے ضلع نجراب کے علاقے غوچلان میں امریکی فوج کے فضائی حملے میں چھ شہری شہید اور زخمی ہو گئے۔

ذرائع: بی بی سی، آزادی ریڈیو، افغان اسلامک پریس، پژواک، خبریال، لراوبر، نن ڈاٹ ایشیا اور دیگر ویب سائٹس۔

ماہ فروری 2020 میں ہونے والی کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	ملیشیوں کی اموات	ملیشیوں کے زخمی	ملیشیوں کی اموات	ملیشیوں کے زخمی	ملیشیوں کی اموات	ملیشیوں کے زخمی
-1	قندھار	1				1	1				
-2	ہلمند	17				19	13	2		1	
-3	زابل	2				2					
-4	اروزگان	3				10					
-5	ہرات	12				8	11	2			
-6	فراہ	4				1					
-7	بادغیس	4				3	2	1			
-8	نیمروز	6				3	2	2			
-9	غور	1				1					
-10	فاریاب	7				8	12	1	2	3	
-11	کونڑ	1					1				
-12	نورستان	1									
-13	غزنی	2				2	1				
-14	خوست	2				2	1				
-15	میدان وردگ	1				1					
-16	لوگر	3				8		1			
-17	کاپیسا	2				3					
-18	پکتیا	1				2					
-19	پکتیکا	1				1					
-20	ننگرہار	2				2					
-21	لغمان	7				8	7	2			
-22	کابل	2									
-23	پروان	1									
-24	کندز	2				1					
-25	بغلان	1				1	1				
-26	تخار	2				10					
-27	سمنگان										
-28	بدخشان	2				2	2	1			
-29	جوزجان	2				3		5			
-30	بلخ	6				1	1	8			
-31	بامیان										
-32	سرپل	2				5	12				
-33	دای کندی	1					5				
-34	پنج شیر										
	مجموعہ	100				103	67	17	2	4	

فرمان امیر المؤمنین

شیخ الحدیث ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ

امارت اسلامیہ کی جانب سے امریکی فریق کیساتھ ہونے والے معاہدات شرعی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے کیے گئے اور عالمی معیارات کے عین مطابق ہیں، تمام مجاہدین اور افغان عوام کی جانب سے عہد اور وعدہ کیا گیا ہے، جسے عملی جامہ پہنانا ضروری ہے، امارت اسلامیہ کا کوئی ذمہ دار، فرد اور مجموعی طور پر کوئی اہل وطن ان معاہدات کی خلاف ورزی نہ کریں اور اس حوالے سے سبھی اپنے آپ کو پابند سمجھے، کیونکہ اسلام میں غداری اور فریب کی کوئی جگہ نہیں ہے اور اسے عظیم گناہ سمجھا جاتا ہے، البتہ اگر مخالف فریق کی جانب سے معاہدہ کی خلاف ورزی کی جائے، تو تمام ملت ماضی کی طرح مضبوط دفاع کے لیے آمادہ ہو گی۔

SHARIAT
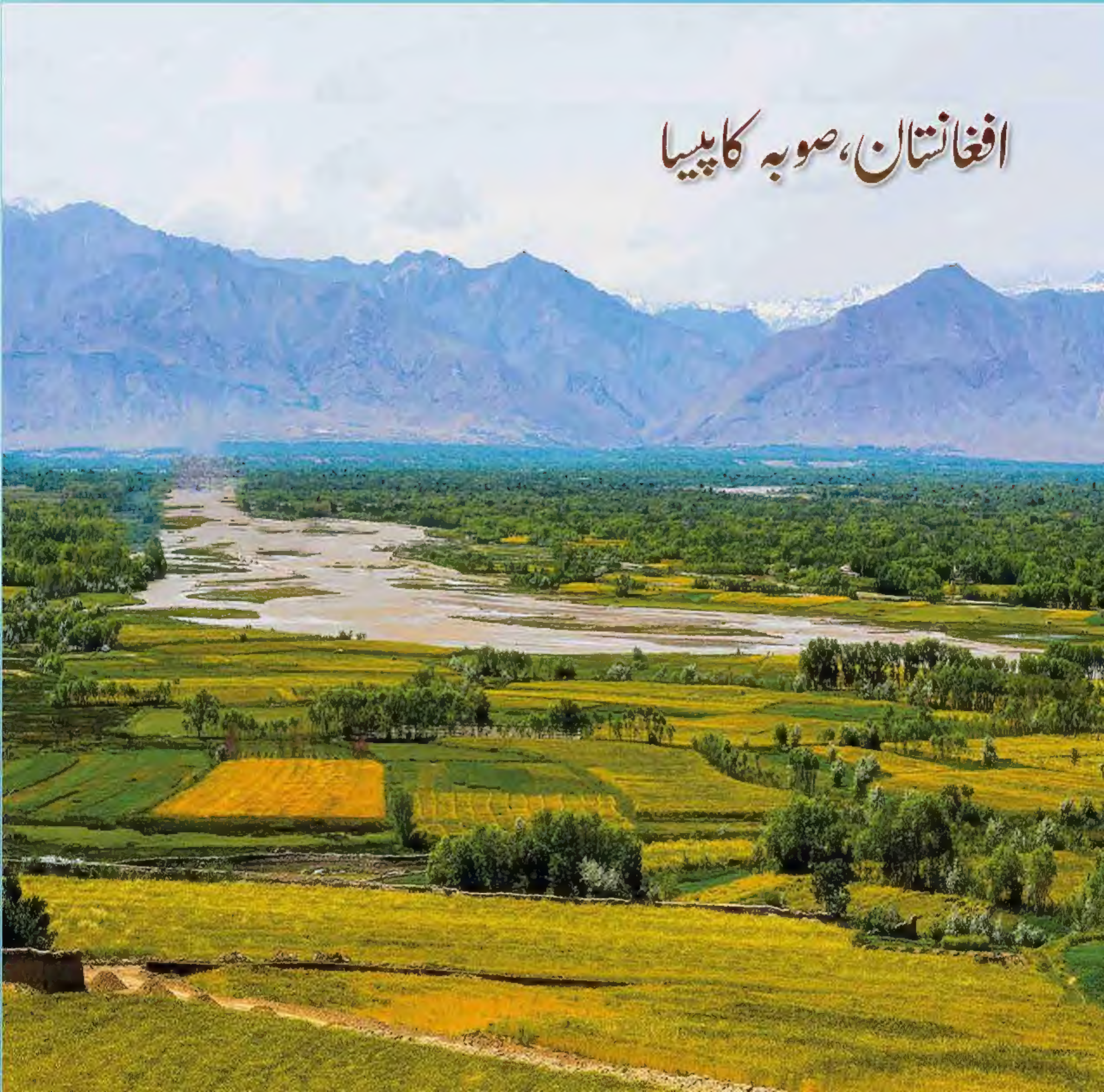
Monthly Islamic Magazine